رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

## اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی) و مولوی صدر الدین (بی۔ اے۔ بی ٹی)

جلد (۱) بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء نمبر (۷)

قیمت سالانہ (۳)

قیمت سالانہ (۲)

فہرست مضامین

ماخوذ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ جون

(سنہ ۱۹۱۵ء)

(۱) شذرات ۳۱۵ ⁘ (۲) موعود تسلی دھندہ۔ ۳۱۶ ⁘ (۳) الہامی تحریروں پر چند خیالات ۳۱۸ ⁘ (۴) اسلام اور انسداد شراب نوشی ⁘ (۵) لارڈ ہیڈلے کی انگریزی نظم کا اردو ترجمہ ۳۳۰ ⁘ (۶) خدا نے اُس کو اپنی شکل پر پیدا کیا ۳۳۱ ⁘ (۷) عیسائیت اور توحید ۳۳۹ ⁘ (۸) بر اعظم امریکہ کے ایک دور دراز مقام سے ایک بشارت ۳۴۱ ⁘

باہتمام خلیفہ رجب الدین صاحب مینیجر [illegible] چھپا

# وی پی وصول کنندگان اصحاب امور ذیل پر توجہ کریں

بعض وقت ہم کو وُہ کوپن زر وصول شدہ وی پی کے ساتھ ڈاک خانہ سے محفوظ حالت میں نہیں ملتا۔ کہ جبپر وصول کنندہ کا نام اور پتہ ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ روپیہ تو ہمیں وصول ہو جاتا ہے لیکن کوپن کے مذکورہ بالا نقص کے باعث ہمیں خریدار کا پتہ نہیں چلتا۔ اور دفتر سے آئندہ رسالہ جاری نہیں ہو سکتا۔ ایسی شکایات کثرت سے آتی ہیں۔ اس میں ہمارا قصور نہیں۔ اس نقص کا دفعیہ یوں ہو سکتا ہے۔ کہ جس وقت کوئی صاحب وی پی وصول کریں۔ یا تو اُسی وقت ایک کارڈ سے ہمیں اطلاع بخشیں کہ اُنھوں نے وی پی وصول کرلیا۔ اور اپنا پتہ اور اسم گرامی خوشخط لکھدیں۔ یا جسوقت دوسرے ماہ رسالہ نہ پہونچے۔ تو فی الفور ہمیں اطلاع دیں۔ کہ وُہ قیمت تو دے چکے ہیں لیکن رسالہ نہیں پہونچتا۔ عین عنایت ہوگی۔

**منیجر**

اشاعت اسلام (عزیز منزل) احمدیہ بلڈنگس نولکھا

(لاہور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

# اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۱) —— بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء —— نمبر (۷)

## شذرات

اِس ماہ میں انگریز نومسلمین کی تعداد میں معقول اضافہ ہوا ہے۔ سب سے بڑھ کر خوشی کی بات ووکنگ کے ایک سارے کے سارے خاندان کا اسلام لانا ہے میاں بیوی دونوں کو بہت دنوں سے اسلام کے ساتھ خاص تعلق اور محبت تھی۔ قرآن کریم کے درس میں بلکہ نماز میں بھی کبھی کبھی شامل ہو جایا کرتے تھے مسجد کی خدمت کی بھی خاص محبّت دل میں تھی۔ آخر اللّٰہ تعالےٰ نے اس اخلاص کا اجر یہ دیا کہ علی الاعلان سلسلۂ اخوّت اسلامی میں منسلک ہو گئے۔ اللّٰہ تعالےٰ اُن کو دین و دُنیا کے حسنات عطا فرمائے۔

ایک اور نوجوان خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو لنڈن کا رہنے والا ہے۔ اس کے دِل میں اسلام کے لیئے خاص جوش ہے۔ اور قبولیت اسلام سے پہلے ایک مختصر سی تقریر

میں اس نے ان وجوہات کا ذکر کیا۔ جن کی بنا پر وہ اسلام کو یہودی اور عیسائی مذہب پر ترجیح دینے کے لیئے مجبور ہوا۔ اسلامی نام مسلمان رکھا گیا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس نوجوان کا جوش اسلامی تحریک کے لیئے مفید اور بابرکت ہوگا +

---

گذشتہ ماہ میں ہمارے معزز بھائی پروفیسر ہارون مصطفےٰ لیون۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی نے مسجد ووکنگ اور لنڈسی ہال لنڈن میں دو قیمتی وعظوں سے سامعین کو محظوظ کیا +

---

ہندوستانی مسلمان سپاہیوں کی تجہیز و تکفین جو اپنے بادشاہ اور اپنی سلطنت کی حمایت میں جانیں دے رہے ہیں۔ ہمارے فرائض میں سے ہے۔ گو اس کی ادائیگی ایک غمناک دل سے کرنی پڑتی ہے۔ ایک ہندوستانی افسر کو جس کے جسم پر سات زخم تلوار اور بندوق کے تھے۔ ابھی قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے فوجی اعزاز کیا گیا +

---

# موعود تسلّی دھندہ

## حیات فی الممات

اسلامک ریویو کی گذشتہ اشاعت میں کرو چ اینڈ کے رہنے والی مسز ہیرس کے انتقال کی افسوسناک خبر درج ہو چکی ہے۔ لیکن اس واقعہ میں اس امر کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہی وہ موعود تسلّی دھندہ تھے۔ جن کے آنے کی خبر حضرت مسیح نے دی تھی۔ مسز ہیرس عیسائی تھیں۔ لیکن اُن کے مذہب نے انھیں وہ تسلّی نہ دی جس کے لیئے اُن کی رُوح تڑپتی تھی۔ عیسائیت کے اصول اُن کے دِل کو نہ لگتے تھے۔ جیسے یہ کہ قادر و مقتدر خدا نے کوئی بیٹا جنا۔ اور وہ صلیب پر مقتول ہوا۔ اور

یہ کہ تین برابر ایک کے اور ایک برابر تین کے۔ اور یہ کہ آدم جو خدا کی تصویر ہے اُسکی رُوح مسخ شدہ اور گنہگار ہے۔ اور اس طرح خدا کی پیدا کردہ مخلوق میں سے جو اشرف المخلوقات ہے۔ وہ گناہوں میں ملوث پیدا ہوتا ہے۔ اور اس فطرتی اور خلقی گناہ سے نجات پانے کے لیئے (جس کے لئے خود خدا ذمہ دار ہے کہ اُس نے فطرت میں گناہ کیوں پیدا کیا) ایک بے گناہ اور معصوم شخص کا قتل ہونا ضروری تھا۔ اور یہ کہ خون میں تزکیہ کرنے کی طاقت ہے۔ اور خدا سے قرب حاصل کرنے کے لئے شراب کا پینا بھی ضروری ہے۔ اور نجات کے لئے عمل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف ایمان درکار ہے وغیرہ وغیرہ۔

اُن کو اس عقیدہ سے بھی تسلی نہ ہوتی تھی۔ کہ باوجود اس کے کہ یہودنے ہی مسیح کو مصلوب کرکے (جیسا کہ عیسائی نقطہ خیال سے نتیجہ نکلتا ہے) تمام دُنیا کی نجات کے لئے رستہ نکالا وہی جہنم کے سزاوار ٹھیرے۔ اور یہ کہ وُہ معقول آدمی جو اپنی ضمیر کے مطابق مسیحی کلیسیا کے غیر معقول اور کسی حد تک مخرب اخلاق اصولوں پر ایمان نہیں لا سکتے۔ وہ خواہ تمام عمر کتنے ہی عمدہ اور نیک عمل کریں۔ مگر وہ ابدی ہلاکت کے ہی مستوجب ہونگے۔

قصہ کوتاہ عیسویت جو آج کل پادری لوگ پیش کرتے ہیں اُن کی تسلی نہ کرسکی وہ کسی تسلی دھندہ کو ڈھونڈتی تھیں۔ اور ایسا تسلی دہندہ اُن کو محمد مصطفیٰ صلعم کے بابرکت وجود میں نظر آیا۔ اور جو بھی غور کرنے والا ہوگا۔ خواہ مرد ہو یا عورت اور پادریوں کی غلامی سے آزاد ہوگا۔ اور تمام تعصبات اور خوش عقیدگیوں سے الگ ہوکر تحقیقات کرے گا۔ ضرور ہے کہ وُہ آنحضرت صلعم کے وجود باجود کو ایسا ہی پائے۔

اِس خاتون کو اپنی اولاد سے اسلام کا پتہ لگا۔ جو کھلم کھلا اسلام جیسے رُوح کے تسلی بخش اور اخلاق کے بڑھانے والے مذہب کو اختیار کر چکے ہیں۔ اِس مذہب میں اُن کو پتہ لگا۔ کہ خدا کی رحمت کو جس پر وُہ نازل کرنا چاہے۔ کوئی نہیں روک سکتا اور کسی مرد یا عورت کا نیک عمل خواہ وہ ایک ذرہ برابر بھی کیوں نہ ہو ضائع نہیں جائے گا اور راستباز لوگوں کو مرنے کے بعد نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن۔ اور وُہ ہمیشہ ہمیشہ ایسے مقام پر رہیں گے۔ جہاں امن اور سلامتی اور خوشی اور برکتیں ہونگی۔ اور یہ کہ تمام

دُنیا اور اُس کے رہنے والوں کا ایک ہی خالق اور رب ہے۔ اور اُس کے آخری رسُول نے تمام بنی نوع انسان کے لیئے نجات کا دروازہ کھولا ہے۔ اور وہ تمام دنیا کے لئے رحمت ہے۔ الغرض جب اس خاتون نے اسلام کی تعلیم کو سُنا۔ اور آنحضرت صلعم کی بابت واقفیت بہم پہونچائی۔ تو اُن کی رُوح کو اس سے تسلّی ہوئی۔ اور موت کا خوف دل سے جاتا رہا۔ بلکہ دارالاسلام میں ابدی زندگی حاصل کرنے کے لیئے دل میں ایک تمنا پیدا ہو گئی۔ اپنی طویل علالت کے اثناء میں جب انکی رُوح کسی تسلّی دہندہ کے لیئے تڑپتی تھی۔ آخر اُنھوں نے تسلّی دہندہ اعظم کو پا لیا۔ اور وصیت کی کہ اُن کی وفات کے بعد تجہیز و تکفین اسلامی طریق پر ہو۔ اُن کے شوہر نے گو ابھی تک اسلام کا اعلان نہیں کیا ہے۔ لیکن اپنی پیاری بی بی کی آخری وصیت کو نہایت تکریم و تحریم کے ساتھ پورا کیا۔ اور کون جانتا ہے کہ ان کو بھی جلد سمجھ آجائے۔ کہ رُوح کو اگر تسلّی مل سکتی ہے تو اسی تسلّی دہندہ اعظم سے جس کا نام محمدؐ ہے (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور یہ کہ راستباز اور خدا کے وفادار بندے مرتے نہیں۔ بلکہ مرنے کے بعد سلامتی اور راحت اور خوشی و برکت کے مقام میں اپنی جگہ بناتے ہیں جہاں اپنے خالق کے دیدار سے وہ ہر وقت مسرور رہتے ہیں۔

# الہامی تحریروں پر چند خیالات

## (از لارڈ ہیڈلے بالقابہ)

عیسائیوں میں بہت ایسے ہیں جو پُرانے اور نئے عہدنامے کے لفظ لفظ کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو پُرانے عہدنامے کے بہت بڑے حصّہ کو تو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر نئے عہدنامہ میں متی کے پہلے باب سے لے کر مکاشفات کے خاتمہ تک سارے کے سارے پر بغیر کسی شک و شبہہ کے ایمان رکھتے ہیں۔ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو مذہبی لوگوں کی سب سے بڑی جماعت میں شامل ہیں۔ یہ لوگ ان دونوں مقدس کتابوں کے انہی معنی اور مطالب کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو وہ خود بیان کیا کرتے ہیں یا

اُن حصوں کو مانتے ہیں جو اُن کے اپنا خیالات کے مُطابق ہیں۔ ایسے بزرگ لوگوں میں سے بھی جن کو ہرگز یہ گوارا نہیں کہ اُن کو یہ کہا جائے کہ تم بائبل کی صحت یا صداقت میں کسی قِسم کا شبہہ رکھتے ہو۔ بعض لوگ معجزوں کو مثلاً یونس کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے اور پانی پر چلنے وغیرہ وغیرہ کو نہیں مانتے۔ اور اُنہی میں سے بعض کنواری کے حاملہ ہونے یا کفارہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیئے یہ بُہت آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ چونکہ مذہبی عقاید اور اصولوں کی بنیاد الہامی تحریروں کے ایک ہی ترجموں کی مختلف تفسیروں اور تاویلوں پر ہے۔ اِس لیئے لازمی امر تھا۔ کہ ایسے مختلف فرقہ پیدا ہوتے جو اصولی اور اعتقادی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ دُنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد روایات۔ مقدّس تحریروں اور انسان کے نیکی اور بدی کے احساس پر رہی ہے۔ ہر زمانہ میں مذہب کا بہت کچھ انحصار اس بات پر رہا ہے۔ کہ ہم اپنی روایات کو کہاں تک مستند مانتے ہیں۔ اور اپنے مذہبی مکاشفات والہامات کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ اِس بات سے میرے ناظرین مجھے جھگڑالو اور کج بحث نہ گمان کریں گے۔ اگر میں مقدّس کتاب کے اِس فقرہ کے معنی کو زیادہ وسعت دیدوں اور وُہ یہ ہے کہ جس مذہب میں شفقت علی خلق اللہ نہیں وہ لغو ہے۔ اب اِس اصول کو تسلیم کرکے۔ کہ جس مذہب میں شفقت علےٰ خلق اللہ نہیں وہ لغو ہے ہم آگے چلتے ہیں۔ واضح رہے کہ شفقت اور بے تعصبی یہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں۔ ضرور ہے کہ جو شخص مخلوق پر کامل شفقت رکھتا ہو وہ اُن لوگوں سے جو اُس سے مختلف اصول یا مختلف مذہبی عقاید رکھتے ہیں کسی قسم کا تعصّب اور عناد نہ رکھے۔ اور باوجود اختلاف خیالات کے اُن کو ملامت اور رد نہ کرے۔ میرا مطلب اس سے یہ نہیں۔ کہ ظلم۔ دھوکہ و فریب اور دغابازی سے چشم پوشی کی جائے۔ یا کسی قاتل یا خونخوار کمینہ کو بغیر سوچے سمجھے عفو کردیا جائے۔ یہ تو بے وقوفی اور بے غیرتی ہے۔ اور بے تعصّبی اور انصاف کا نام بدنام کرنا ہے میرا اشارہ اس ضروری اور حقیقی شفقت علےٰ خلق اللہ کی طرف ہے۔ جس کے رُو سے انسان سمجھے کہ جو خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اپنے ہمسایہ کا حق ادا کرتا ہے۔ وہ آخر کار نجات حاصل کرلے گا ✣

یہ بات تو عقل میں آسکتی ہے۔ کہ اگلے زمانہ میں اسی ملک میں ایک بھیڑ کے چرانے پر جو پھانسی کی وحشیانہ حد سے بڑھی ہوئی سزا دی جاتی تھی تو اس کا باعث یہ تھا۔ کہ چوری خدا اور انسان کے قوانین کی خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی۔ مگر اس بات کو انسانی عقل ہرگز درست نہیں قرار دے سکتی۔ اور اُن لوگوں کے دلوں کی بناوٹ سمجھ میں بھی نہیں آسکتی جو اپنے ہی جیسی مخلوق کو بلا قصور بے خطا صرف مذہبی اختلاف کی بنا پر زندہ جلاتے اور طرح طرح سے عذاب دیتے تھے۔ ممکن ہے کوئی کہہ اُٹھے کہ "یہ ایذائیں اور زندہ جلانے کے فعل اگلے زمانہ ہی میں تھے۔ اب تو ہم ایسا نہیں کرتے" میں کہوں گا شاید نہ کرتے ہوں گے۔ لیکن میں ایک چھوٹا سا سوال کروں گا۔ وہ یہ کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ مخلوق پر شفقت رکھتا ہے۔ وُہ جو کہ اپنے جیسی مخلوق کے صرف جسم کو آگ میں جلاتا ہے جیسا کہ کچھ عرصہ قبل مخلص عیسائی لوگ کرتے رہے ہیں۔ یا وہ جو کہ اس کے جسم۔ جان اور روح سب کو جہنّم کی ابدی و دائمی آگ کے سپرد کئے جانے کا فتویٰ دیتا ہے جیسا کہ حال کے عیسائی دیتے ہیں"۔ ایک آدمی ہے جو کوئی قانون انسانی یا خدائی نہیں توڑتا۔ لیکن اُسکی عقل مسیح کی الوہیت۔ تثلیث۔ کفارہ یا عشائے ربّانی کی صداقت اور اُن چیزوں کی نجات کے لیئے ضروری ہونے کو تسلیم نہیں کرسکتی۔ تو اب جس قدر سچّے اور مخلص عیسائی ہونگے وہ یہی فتوے دیں گے۔ کہ یہ شخص کبھی نجات نہیں پاسکتا۔ اور یہ ہمیشہ کی سزا اور لعنت کا مورد ہوچکا۔ اب سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ شفقت علی خلق اللہ کے دعوے کہاں گئے اور اگر کوئی اس کا وجود ہے تو یہ وہ نہیں جس کے متعلق پولوس نے کہا تھا کہ "بڑھتی ہی چلی جاتی ہے"۔ "مدّتوں دُکھ اُٹھانے کے بعد بھی مہربانی ہی سے کام لیتا ہے"۔ "کبھی بدی کا خیال تک نہیں کرتا"۔ "سچائی میں مگن رہتا ہے"۔ ہر چیز کو صبر کے ساتھ برداشت کرتا ہے" "کبھی نہیں پھسلتا" وغیرہ وغیرہ۔ لیکن وہی لوگ جو پولوس کی تعلیم کو نہ قبول کرنے کے الزام پر کانپ اُٹھیں گے۔ جب رُوح انسانی کی ابدی حالت اور انجام کا معاملہ آن پڑتا ہے تو اُن کے دل پتھر ہوجاتے ہیں اور ساری شفقتیں بالائے طاق ہوجاتی ہیں۔ ممکن ہے شفقت علی خلق اللہ کا معیار مختلف لوگوں کی نگاہوں میں مختلف ہو۔ مگر میں اپنی نسبت تو خوب

جانتا ہوں کہ مجھے بار بار یہ جتلایا گیا۔ کہ میں نجات نہیں پا سکتا اور اُس کی وجہ میرے گناہ نہیں۔ (کیونکہ اُن کے بدلہ میں سزا ملنا بالکل درست ہے) بلکہ نجات نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ میں ان اصولوں اور لغو عقاید کی کورانہ تقلید اور تصدیق نہیں کر سکتا۔ جو پادری صاحب کو زمانۂ سلف سے اُن کے آباو اجداد سے بطور میراث کے ہاتھ آئے ہیں۔ ان ہی باتوں سے ظاہر ہے۔ کہ ان مذہبوں میں ضرور کچھ دال میں کالا اور گڑ بڑ ہے جو انسانی عقل کے ہاتھ پاؤں باندھنا چاہتے ہیں اور خود دل پر اثر نہیں ڈال سکتے۔ عیسائی مذہب کے مختلف فرقوں کے علماء بائبل کی تفسیر کرنے میں اس قدر ایک دُوسرے سے مختلف ہیں کہ اُن کی تحریر و تقریر سے یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ ایک ہی مذہب کے مختلف فرقے ہیں۔ مثلاً کلیسیائے رومی کلیسیائے یونانی۔ پراٹسٹنٹ۔ انجلیکن اور دیگر تمام مختلف فرقہ جات سب ایک ہی الہامی کتاب کے پیرو ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ قرآن جو بائبل کی تصدیق اور تفسیر کرتا ہے۔ اُسکی طرف سے سب نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ لیکن یہ تنگ دلی کیوں ہے؟ ایک ایسی کتاب کے مطالعہ سے انکار کیوں کیا جاتا ہے۔ جس کو نوع انسان میں لاکھوں کروڑوں آدمی مقدس اور الہامی مانتے ہیں۔ مفصلہ ذیل آیت قرآنی کو پڑھ کر کس کا دل متأثر نہ ہوگا۔ "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَـــُٔـــوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ" **ترجمہ**۔ اللہ کوئی معبود نہیں سوائے اُسکے۔ زندہ اور ازلی و ابدی قائم اور قائم رکھنے والا۔ نہ اُونگھ پکڑتی ہے اُس کو اور نہ نیند۔ اُسی کے لئے ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اُس کے حضور میں شفاعت کر سکے۔ مگر اُسی کی اجازت کے ساتھ۔ جانتا ہے جو لوگوں کے آگے ہے اور جو پیچھے ہے۔ اور اِس کے علم سے لوگ احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر اُتنا جتنا وُہ چاہے۔ اُس کا علم اس کی سلطنت آسمان و زمین میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور وہ اُن دونوں کی حفاظت سے تھکتا نہیں اور وُہ بلند و برتر اور عظمتوں والا ہے۔ قرآن ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے۔ جو ہر زمانہ

کے لئے نوع انسان کی ہدایت کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ اُمید ہے جو لوگ بائبل پڑھا کرتے ہیں۔ وہ عرب کی مقدّس کتاب بھی پڑھیں گے۔ ہم مغرب میں اسلامی رُوح کی ضرورت محسُوس کرتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلّعم ہمیشہ بہادر۔ منصف اور متحمّل و بے تعصّب رہے۔ اور ہمارے لئے اِس سے اور کونسی راہ بہتر ہو سکتی ہے۔ کہ ہم آپ کے نمونہ کی تقلید کریں۔ بدقسمتی سے ہر ایک عظیم الشّان معلّم انسانی کے متّبعین میں یہ بات پائی گئی ہے کہ رفتہ رفتہ اصل تعلیم سے وہ دور جا پڑتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے اب سے تھوڑا ہی عرصہ قبل اپنے ہی عیسائی بھائیوں کو اسی مُلک میں باندھ کر جلا دیا تھا۔ صحیح معنوں میں مسیح کے متّبعین کہے جا سکتے ہیں؟ بے تعصّبی اور شفقت کی وہ رُوح اُن میں کہاں تھی۔ جس کی نہایت زور سے اور بار بار نبی ناصری نے تاکید کی تھی! میں دِل سے دُعا کرتا ہوں۔ کہ میرے پیارے بھائی خواجہ کمال الدّین صاحب اور مولوی صدر الدّین صاحب اور دیگر مخلص اور سچے مسلمانوں کے ذریعہ اسلام کا پاک اور سادہ دین مغربی ممالک میں اِس طرح پیش ہو کہ تمام دُنیا مُسلمان ہو جائے ہم نے دیکھا۔ کہ عیسویت جو ایک مشرقی مذہب تھا۔ گذشتہ صدیوں میں مغربی دُنیا میں پھیل گیا تو کیا وجہ ہے کہ اسلام بھی جو ایک مشرقی مذہب ہے۔ اور جس میں فضول رسُومات اور پیچیدہ اصولوں کے گورکھ دھندے بھی نہیں۔ ان ملکوں میں جگہ نہ پکڑے۔ جہاں پہلے ہی مذہب کو خیرباد کہنے کا میلان طبع پایا جاتا ہے۔ یا جہاں پادریوں کی غیر معقول جابرانہ مذہبی حکومت نے لوگوں کے ہاتھ سے عنان صبر چھین لی ہے۔ اور عقل کے کان کتر دیئے ہیں۔ اسلام میں کوئی پیر پرستی اور پادری پرستی نہیں۔ اور نہ خوش عقیدگیوں پر اس کا مدار ہے۔ اِس لئے ضرور ہے کہ یہ جہاں علماء و سائنس دانوں میں مقبُول ہو۔ وہاں امی اور سادہ لوگوں میں بھی محبُوب ہو +

# اسلام اور انسداد شراب نوشی

{یہ وہ لیکچر ہے۔ جو ہمارے معزز بھائی پروفیسر ہارون مصطفےٰ لیون ایم۔ اے[۱]۔ ایل۔ ایل۔ ڈی[۲] نے ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۵ء کو لنڈن میں دیا۔ جس کی اطلاع گذشتہ رسالہ میں دیجا چکی ہے ❊}

جس موقعہ پر آج ہم جمع ہوئے ہیں وہ کوئی معمولی موقعہ نہیں ہے۔ جنگ جس کو ورجل مشہور لاطینی شاعر خونخوار جنگ کا خطاب دیتا ہے پورے زور پر ہے۔ اور نہ صرف یہ آگ یورپ کے براعظم کے ہی بڑے حصہ میں لگی ہوئی ہے۔ بلکہ اس کی چنگاریاں ایشیا اور افریقہ کے میدانوں میں بھی اپنے کرشمے دکھا رہی ہیں۔ توپوں کی گرج۔ بندوقوں کا شور۔ آہنی ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ۔ زخمیوں کی چیخیں۔ مرنے والوں کی دردناک پکار ان کے متعلقین کا گریہ و بکا ہر طرف سُنے جاتے ہیں۔ جلتے ہوئے گھروں اور خوب صورت شہروں کے ویرانوں سے ایک خوفناک دھوئیں کا بادل اُٹھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جو خونخواری کے دیوتا کے سامنے ایک ناپاک بخور کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ سرسبز کھیتوں کی جگہ ویران جنگل ہیں۔ جن میں لاشوں کے ڈھیر مٹی تلے پڑے ہیں۔ اور خون کی ندیاں اُوپر بہہ رہی ہیں۔

اس تباہی نے جو جنگ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور میدان جنگ میں صحیح سالم۔ مضبوط اور توانا آدمیوں کی ضرورت نے جو اپنے اُن بھائیوں کی جگہ کو پورا کریں جو جنگ کے ناقابل ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ توپوں۔ بندوقوں۔ ہتھیاروں۔ گولوں۔ گولیوں اور دُوسری قسم کے جنگی سامانوں کی تیاری پر ایک کثیر گروہ کے کام کرنے کی مجبوری نے تین عظیم الشان طاقتوں کو جو اس وقت اِس جنگ میں حصہ لے رہی ہیں۔ اِس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ایک خطرناک دشمن کا جو گھروں کے اندر تباہی برپا کر رہا ہے۔ کچھ انسداد کیا جائے۔ اور

[۱] پی۔ ایچ۔ ڈی۔ [۲] ایف۔ ایس۔ پی۔

ترغیب سے یا ترتیب سے جیسی ضرورت ہو اُس کے زہریلے اثر کو روکا جائے۔ چنانچہ روس میں اور فرانس میں ایک قسم کی شراب کے بنانے کی قطعًا ممانعت ہوگئی ہے اور اپنے ملک انگلستان میں ہماری آنکھوں کے سامنے آج ایک ایسا نظارہ ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ یعنی خود شاہ انگلستان۔ شہنشاہ جارج پنجم نے اس بات کا اعلان فرمایا ہے۔ کہ تا اختتام جنگ۔ اُن کے کھانے کی میز پر شراب ہرگز نہ آئے گی اور دوران جنگ میں وُہ بکلی اِس سے مجتنب رہیں گے اور اس طرح پر ایک بات قابل قدر اور قابل تقلید نمونہ اپنی رعایا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اس بات کا ثبوت دیا ہے۔ کہ جو بات آپ کے چچا پرنس لیوپولڈ ڈیوک آف البنی نے پینتیس ۳۵ سال ہوئے کہی تھی۔ اِس کی صداقت کو آج کم از کم شہنشاہ معظم تسلیم فرماتے ہیں کہ "شراب ہی ایک ایسا دشمن ہے جس سے انگلستان کو خوف ہے"

شراب نوشی کے مضرات کوئی نیا خیال نہیں جو آج ہی پیدا ہوا ہو۔ اور نہ اتھلو ہی پہلا آدمی تھا۔ جس نے دردِ دل سے یہ پکارا ہو کہ "اے خدا یہ کیا عجیب بات ہے۔ کہ انسان خود ایک دشمن کو اپنے مُونہ میں رکھتے ہیں۔ جو اُن کی عقل کو چرا لے جاتا ہے" نہ ہی شہنشاہ جارج پہلا بادشاہ ہے جس نے شراب نوشی کی خطرناک تباہی کے انسداد کے لئے قدم اُٹھایا ہے۔ وہ شراب جس کے متعلق شیکسپیئر لکھتا ہے کہ "اے شراب کی بدرُوح جو تو دکھائی نہیں دیتی۔ اگر تیرا کوئی نام نہیں جس سے تجھے پکارا جائے تو آ تیرا نام ہم شیطان رکھتے ہیں"

گیارھویں صدی قبل مسیح میں ایک چینی بادشاہ نے شراب کے خطرناک نتائج کو محسوس کر کے یہ حکم دیا کہ اِس کے ملک میں جس قدر انگور کی بیلیں ہیں وُہ جڑوں سے اکھیڑ دی جاویں۔ تمام انگوروں کے باغ تباہ کر دئے جائیں۔ اور نشی شرابوں کے بنانے والوں کو عام مجمعوں میں کوڑے لگائے جائیں۔ اسی بادشاہ کی طرف ذیل کا قول منسوب کیا جاتا ہے "اب تک یہ کہا جاتا رہا ہے کہ شراب ایک کام کو تکمیل تک بھی پہنچا سکتی ہے اور تباہ بھی کر سکتی ہے۔ میں نے اسے کسی کام کو تکمیل تک پہنچاتے تو نہیں دیکھا۔ لیکن بہت کاموں کو تباہ کرتے دیکھا ہے"

کانفیوشس نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا "شراب ایک پاگل بنانے والی شے ہے" اور پھر کہا "شراب ایک ایسی زہر ہے جو انتڑیوں کو تباہ کرتی ہے" ایک

ایسی کلہاڑی ہے جو انسان کو کاٹ ڈالتی ہے"۔

منگ سو۔ ایک مشہور چینی دانا جو اِن چار کتابوں میں سے ایک کا مصنّف ہے۔ جو چینیوں کی کتب مقدسہ کہلاتی ہیں۔ اور جو چوتھی صدی قبل مسیح کے ابتدائی حصّہ میں گذرا ہے۔ کہتا ہے "شراب کا عادی ہونا۔ اور اُس کے ساتھ بدمستی اور زناکاری میں مبتلا ہونا شاذونادر ہی ہوتا ہے"

کارتھجنیا کے رہنے والوں نے فوجی کیمپ میں اور مجسٹریٹوں کے لئے جو اُن کے مقدمات فیصلہ کرتے تھے۔ شراب کی ممانعت کی ہوئی تھی۔ مشہور کارتھیجین۔ میدان جنگ کے پہلوان ہنی بل کے متعلق جو ۲۴۷ قبل مسیح میں پیدا ہؤا اور ۱۸۳ قبل مسیح میں مرگیا۔ اور جس کے نام کے ساتھ قدیم زمانہ کی سب سے بڑی جنگ کا خاص تعلّق ہے جس کے متعلق اس کے سخت ترین دشمن بھی شاہد ہیں۔ کہ میدان جنگ میں وُہ اس بات کا خاص ماہر تھا۔ کہ کس طرح پر حملہ کیا جاتا ہے اور کس طرح پر اطاعت کرنی ضروری ہے۔ کس طرح فوجیں اکٹھی کی جاتی ہیں اور کس طرح فوج کو حالت اجتماع میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ جب اس کی فوج کو موسم سرما کپوا میں (۲۱۶ قبل مسیح میں) بسر کرنا پڑا تو اُس نے ساری سردیوں میں شراب کو چھُوا تک نہیں تا کہ اس کے نمونہ پر چل کر اس کے سپاہی شراب کے ان کمزور کردینے والے نتائج سے محفوظ رہیں۔ جو کہ کپوا کی عیش وعشرت کے سامانوں کا لازمی نتیجہ ہوتی۔

زمانہ قدیم اور آج کل کی غیر مہذب اقوام میں شراب نوشی کی بدمستی کا مذہبی خیالات سے بھی تعلّق رہا ہے۔ اور بعض مذہبی خوشیوں میں شراب نوشی کی عادت کو تقویت ملی ہے۔

باکس (مے پرستی کا دیوتا جس کا دوسرا نام ڈائونیس بھی ہے) کی پرستش قدیم یونانیوں، رومیوں اور بعض دوسری یورپین اقوام میں بکثرت پھیلی ہوئی تھی۔ سال کے ابتدائی حصّہ میں اس کی آمد کو بڑی خوشیاں اور رنگ رلیاں مناکر خوش آمدید کہا جاتا تھا۔ اور موسم سرما میں اس کی موت یا اس کے چلے جانے کا بھی ایک تیوہار منایا جاتا تھا۔ اصل میں یہ دیوتا زراعت کے دیوتاؤں میں سے ایک تھا۔ اور گو اُس کا یہ ابتدائی تعلّق پھلوں کی نشوونما سے کبھی بالکل ضائع نہیں ہؤا بلکہ انگور کی بیلوں سے۔ اور انگور کے تفریح اور مستی پیدا کرنے والے اثر سے اُس کا تعلّق دن بدن بڑھتا گیا۔ تصویروں میں چوتھی صدی

قبل مسیح کے نصف سے یہ دیوتا عموماً ایک ننگے امرد نوجوان کی شکل میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اور اس کے خاص نشان ایک چھڑی کا ہونا جس پر بیل چڑھی ہوئی ہو۔ اور ایک بڑا دو مٹھیوں والا شراب نوشی کا پیالہ رہا ہے۔ ڈرایڈن اور شیکسپیئر نے اس دیوتا کی تصویر اسی قسم کے الفاظ میں کھینچی ہے۔ مثلاً ڈرائڈن لکھتا ہے "مے پرستی کا دیوتا ہمیشہ خوبصورت اور ہمیشہ نوجوان" شیکسپیئر لکھتا ہے "آ اے انگور کے بادشاہ۔ فربہ مے پرستی کے دیوتا۔ مخمور آنکھوں والے"۔

اس دیوتا کی پرستش دو طریق پر ہوتی تھی۔ ایک طریق تو یہ تھا۔ کہ کھیلتے۔ ناچتے۔ کودتے عوام الناس کا ایک گروہ جس میں مرد ہوتے تھے۔ نہایت گندے ہنسی مخول کرتا ہوا نکلتا تھا۔ اور دوسرا طریق اس کی عبادت کا یہ تھا۔ کہ اس میں عورتیں ہوتی تھیں جو صرف ہرنوں کی چھوٹی چھوٹی کھالیں پہنے ہوئے اور چھڑیاں اور مشعلیں ہاتھوں میں لئے ہوئے سردیوں کے موسم میں رات کے وقت باہر پہاڑوں میں نکلتی تھیں۔ کیونکہ یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ دیوتا گم ہو گیا ہے۔ اور وحشیانہ چیخ پکار سے اسے تلاش کیا جاتا تھا۔ اور یہ بدمستی کے نظارے اپنے کمال کو اس طرح پہنچتے تھے۔ کہ ہرن کے بچوں۔ بیلوں اور دوسرے جانوروں کو زندہ پھاڑ کر ان کا کچا گوشت کھایا جاتا تھا۔ بلکہ بعض وقت انسان بھی اس طرح پر دیوتا کی عبادت کے لئے زندہ پھاڑ دیئے جاتے تھے۔ ان وحشیانہ رسوم کی غرض یہ بتائی جاتی تھی۔ کہ سوئے ہوئے دیوتا کو جگایا جائے۔ چنانچہ لارڈ بیکن بھی اپنی فیبل آف ڈایونیسس میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مے پرستی کے دیوتا کی عبادت یونان سے روما میں آئی۔ اور یہ دوسری صدی قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ ابتدا میں صرف تین دن تک ہر سال میں یہ عبادت منائی جاتی تھی۔ اور صرف عورتیں ہی اس میں حصہ لیتی تھیں۔ بعد میں ایک عورت پروہت نے مردوں کو بھی اس راز میں داخل کرنا شروع کیا۔ اور یہ عیش و عشرت کی مجالس جو شام کے وقت ہوتی تھیں اُن کی خوب کثرت ہونے لگی۔ ان مجمعوں کے متعلق یہ جلدی پتہ لگ گیا۔ کہ ان میں نہایت بے حیائی کے اور فحش کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اور ۱۶۸ قبل مسیح میں سینٹ نے کانسلوں کو حکم دیا کہ وہ پروہتوں کو گرفتار کریں۔ اور سارے ملک اٹلی میں ایسے مجمعوں کو قطعی طور پر روک دیں۔ اس عدالتی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے لوگوں کو جو گرفتار کئے گئے تھے سزائے موت دی گئی

اور بعض کو عمر قید کی سزا دی گئی اور سینٹ نے ایک قانون پاس کرایا۔ کہ اس قسم کا کوئی مجمع ملک اٹلی میں نہ ہوگا۔

اِن عیاشی کے مجمعوں کا جس رنگ میں وہ منائے جاتے تھے۔ خفیف سا اندازہ فرانس کے ان میلوں سے ہوسکتا ہے جو آج کل "مشعلوں کے دن" کے نام سے ہوتے ہیں جس میں کسان مشعلیں لے کر چلتے ہیں اور بڑے زور سے ہائے و ہو کا شور و غل بلند کرتے ہیں تاکہ انگورستانوں میں پھل زیادہ ہو۔ اور جرمنی کے جنوب میں وہ ناچتے اور کودتے اور ہر ایک قسم کی آوازیں لگاتے ہیں۔ تاکہ "غلہ کو اٹھائیں۔ موسم بہار کو جگائیں" اور اُن کا یہ یقین ہوتا ہے۔ کہ جس قدر دیوانہ وار انکا شور زیادہ ہوگا۔ اور جس قدر ناچ میں اور اُچھلنے کودنے میں اُن کی حرکات زیادہ نازیبا ہونگی جسقدر زیادہ زور سے وہ چیخیں ماریں گے۔ اُسی قدر اُن کا یہ پکارنا زیادہ مؤثر ہوگا۔

شراب نوشی کی خرابیوں نے ہندوستان اور ایران میں مذہبی پیشواوں کی توجہ آج سے تین ہزار سال پہلے مبذول کی اور اُنھوں نے شراب میں حد اعتدال سے تجاوز کے متعلق بعض حد بندیاں کردیں۔ پھر گوتم بدھ نے ہر ایک قسم کے مسکرات کو قطعی طور پر روک دیا۔

قدیم عبرانیوں میں مختلف فرقے اور مختلف جماعتیں تھیں۔ جو مسکرات کے استعمال سے بچتی تھیں۔ اِن میں سے ایک بہت مشہور جماعت ریکابیوں کی تھی۔ ان لوگوں کی کہانی کتاب یرمیاہ باب ۳۵۔ آیت ا سے ۱۹ میں مذکور ہے۔ جہاں یرمیاہ نبی کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے۔ کہ اُس کو خدا کی طرف سے یہ حکم دیا گیا۔ کہ تو ریکابیوں کے گھر جا۔ اور اُنھیں خداوند کے گھر میں لاکر مے پلا۔ پھر یرمیاہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ریکابیوں کو ساتھ لیا اور مے کے بھرے ہوئے قدح اور پیالے اُن کے سامنے رکھ دیئے اور اُن سے کہا کہ مے پیو۔ پر اُنھوں نے کہا۔ کہ ہم مے نہ پئیں گے۔ کیونکہ ہمارے باپ یونذب بن ریکاب نے ہمیں یہ حکم دیا۔ کہ تم مے نہ پینا۔ نہ تم نہ تمہارے بیٹے ہمیشہ تک۔ اور نہ تاکستان لگانا نہ اُن کا مالک ہونا۔" اُنھوں نے یہ بھی کہا۔ کہ ہم نے آج تک اس حکم کی تعمیل کی ہے۔ تب" یرمیاہ نے

ریکابیوں کے گھرانے سے کہا۔ کہ رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں کہتا ہے۔ از بسکہ تم نے اپنے باپ یونذب کے حکم کو مانا ہے۔ اور اُس کی ساری وصیتوں پر عمل کیا ہے۔ اور جو کچھ اُس نے تمہیں فرمایا سو تم نے کیا ہے۔ اس لئے رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں کہتا ہے کہ یونذب بن ریکاب کے لئے آدمی کی کمی جو کہ میرے حضور میں کھڑا ہووے کبھی نہ ہوگی۔"
(یرمیاہ۔ ۳۵: ۱۸ و ۱۹)۔

یہ بھی قابل توجہ امر ہے کہ ایک طرف تو اسرائیلی قوم کے تتر بتر ہونے۔ ان کے گھرانوں کے گھرانے تباہ ہونے۔ اُن کی سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے کے واقعات ہیں تو دوسری طرف اس کے مقابل یونذب بن ریکاب کا گھرانہ کبھی نیست و نابود نہیں ہوا۔ "خدا انسان نہیں کہ وہ جھوٹ بولے" جب خدا ایک وعدہ کرتا ہے تو وہ اُسے پورا بھی کرتا ہے اور اس قوم کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کس طرح ایک وعدہ جو خدا نے اپنے ایک نبی یرمیاہ کی زبان سے کیا تھا۔ ایک ایسی قوم کے ساتھ پورا کیا۔ جس قوم نے اپنے بزرگوں کے احکام کی وفاداری سے تعمیل کی۔

ٹوڈلا کا رہنے والا بن یامین ایک فاضل یہودی جس نے ۱۱۵۹ سے لے کر ۱۱۷۳ تک ہسپانیہ سے اٹلی۔ یونان۔ فلسطین اور ایران کی سیاحت کی اور مصر اور سسلی کے رستہ واپس آیا اور جس نے بعد ازاں عبرانی میں اپنی سیاحت کے حالات لکھے اور بالخصوص ان ایام میں جو یہودیوں کی حالت تھی اس کا ذکر کیا۔ لکھتا ہے کہ البجے صا کے قریب اس نے ریکابیوں کو جن کی تعداد ایک لاکھ تھی اور وہ یہودی تھے پایا۔ وہ شراب سے بکلی پرہیز کرتے تھے اور اُن پر ایک شہزادہ جس کا نام سلیمان بن لسی تھا حکمران تھا۔ یہ شہزادہ اپنا نسب نامہ حضرت داؤد علیہ السلام سے ملاتا تھا۔

موجودہ زمانہ میں عربوں کا پتہ لگا ہے جو اپنے آپ کو یونذب کی نسل سے بتاتے ہیں۔ ۱۸۲۶ء کے قریب ڈاکٹر جوزف وولف ایک ماہر زباندان جو جرمن۔ انگریزی۔ عربی۔ عبرانی فارسی لاطینی اور یونانی زبانیں بولتا تھا۔ اور جس نے ایشیائے کوچک۔ شام اور فلسطین میں ۱۸۲۱ء سے لے کر ۱۸۳۴ء تک بڑی سیاحت کی ہے۔ لکھتا ہے کہ ۱۸۲۶ء میں جب وہ

عراق عرب میں سفر کر رہا تھا تو ایک بدوی اسے ملا۔ جس نے ڈاکٹر وولف کو عبرانی بائبل پڑھتے ہوئے دیکھ کر خود بھی اُس کے کاندھے کے اُوپر سے عبرانی عبارت کو پڑھنا شروع کیا۔ ڈاکٹر وولف نے سخت متعجب ہو کر دریافت کیا۔ کہ تم کون ہو تو اس اجنبی شخص نے یوں جواب دیا۔ "میں موسےٰ ہوں حباب کی نسل سے۔ اور حضرت موسےٰ کا رشتہ کا بھائی ہوں۔ کیونکہ میں اس شاخ میں سے ہوں جو بنی ارہاب کہلاتی ہے۔ اور جو یمن کے بیابانوں میں رہتے ہیں۔ اور تم دیکھتے ہو کہ کس طرح خداوند کا کلام جو اُس نے نبی یرمیاہ کو کہا تھا پورا ہوا۔ کہ یونذب بن ریکاب کے لیے آدمی کی کمی جو کہ میرے حضور میں کھڑا ہووے کبھی نہ ہوگی" یہ کہکر وہ بدوی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور چلا گیا۔

۱۸۳۶ء میں عرب میں سفر کرتے ہوئے وولف کو بتایا گیا۔ کہ قوم بنی ارہاب شہر صنعا کا محاصرہ کر رہے ہیں جو یمن کا دار الخلافہ ہے۔ جب وہ اِس قصبہ کی طرف گیا۔ تو یہ جنگل کے رہنے والے اُسکے گرد جمع ہو گئے اور جو کچھ واقعہ ہوا۔ اُس کا ذکر ڈاکٹر وولف نے اپنے سفرنامہ میں یوں کیا ہے۔ "تب وہ بھی اور خود وولف بھی گھوڑوں سے اُترے اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر اُس نے انھیں کہا۔ کہ اُن کی قوم میں سے ایک شخص موسےٰ نام بارہ سال کا عرصہ ہوا۔ اسے عراق عرب میں ملا تھا۔ ایک ریکابی نے کہا۔ کیا تمہارا نام جوزف وولف ہے۔ وولف نے جواب دیا ہاں تب اُنھوں نے وولف سے معانقہ کیا۔ اور کہا کہ وہ عبرانی بائبل جو اُس نے موسےٰ کو دی تھی وہ اب تک اُن کے پاس ہے۔ پھر وولف چھ دن تک ریکابیوں کے پاس رہا۔ وہ شراب نہیں پیتے نہ تاکستان لگاتے ہیں۔ اور نہ بیج بوتے ہیں اور خیموں میں رہتے ہیں اور یونذب ریکاب کے بیٹے کا نام عزت سے لیتے ہیں اور وولف نے اُن کے ساتھ اسرائیلیوں کو بھی پایا جو دان کی قوم میں سے تھے اور حضر موت میں رہتے ہیں"

سگنر پائیروٹی نے ایک مضمون میں جو اُس نے برٹش ایسوسی ایشن کی ایک مجلس میں اکتوبر ۱۸۶۲ء میں پڑھا۔ بیان کیا کہ اُس نے بحیرہ لوط کے قریب ریکابیوں کی ایک قوم کو پایا اُنکے پاس ایک عبرانی بائبل بھی تھی۔ اور وہ ایک یہودی ربی کی قبر پر نمازیں ادا کرتے تھے پائیروٹی کا یہ خیال تھا۔ کہ یہ غیر اغلب نہیں کہ ریکابیوں میں سے بعض فلسطین میں آباد ہو کر یہودیوں

کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔ مگر ان کا ایک حصہ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے اور وہی بہت بڑا حصہ ہے جو جنگل میں ہی رہے۔ اور آج تک اُنھوں نے اپنی قومیت کو اور اپنے اصل کی یاد کو تازہ رکھا ہے۔

اِس واقعہ میں اہلِ کتاب کے تینوں گروہوں کے لئے ایک بڑا بھاری سبق ہے یہودیوں کے واسطے اِس لئے کہ اُس کا ذکر خود اُن کی بائبل میں ہے۔ عیسائیوں کے لئے اس واسطے کہ وُہ پرانے عہدنامہ کو اپنی کتبِ مقدسہ کی بنیاد خیال کرتے ہیں۔ اور مُسلمانوں کے واسطے اِسلئے کہ وُہ تمام انبیاء جن کی یہود عزت کرتے ہیں۔ اُن کو مُسلمانوں نے بھی اپنے نبی تسلیم کیا ہے اور وُہ سبق یہ ہے کہ مسکرات سے قطعی پرہیز جسمانی اور اخلاقی اغراض کے لئے کم سے کم جائز ضرور ہے۔ اور کوئی حماقت کا یا گناہ کا کام تو ہرگز نہیں۔ (باقی آئندہ)

# لارڈ ہیڈلے کی انگریزی نظم کا

## اردو ترجمہ

سُنا کرتے تھے وصلِ مشرق و مغرب نہیں ممکن
بہم ملکر نہیں ممکن حصولِ منزلِ رحمت
مگر اے خالقِ اکبر تیری رحمت کے میں صدقے
ہوئے ہم منسلک سلکِ اخوت میں ہیں کچھ ایسے
ترا ہی اسمِ اعظم ضامن عقیدِ اخوت ہے
یہی پیوستہ رکھیگا ابد تک تیرے بندوں کو
تو ہی ہے خالقِ اکبر۔ تو ہی ہے سرورِ برتر

نمازِ حق میں اُن کی شرکت باہم نہیں ہوگی
کہ وقتِ سجدہ کس معبد میں دونوں کی جبیں ہوگی
کہ تیرے طالب صادق کی مشکل ہوگئی آساں
نہیں جس کو مٹا سکتی فنا سامانئِ دوراں۔
رہا ہے اس سے ہی شیرازۂ ہستی بہم اب تک
رہیگا تیری مرضی پہ سرِ تسلیم خم جب تک
تجھی پہ تو ہے روشن ہے جو اپنے حق میں بہتر ہے

تیرے اسلام نے مشرق کو مغرب سے ملایا ہے
تری توحید کا نغمہ دلوں میں ہے زباں پہ ہے

# خدا نے اُس کو اپنی شکل پر پیدا کیا

## مِس سرجنٹ کی چِٹھی کا جواب

### لارڈ ہیڈلے کی طرف سے

اِن معنوں سے کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے۔ ہم سب انسان خدا کے بیٹے ہیں۔ ورنہ ہمارا مبارک آقا ناصرت کا مقدّس نبی مسیح بھی ہماری طرح ایک انسان تھا۔ کیونکہ ہماری طرح وہ بھی اپنی زندگی کے لئے کھانے پینے کا محتاج تھا۔ اُس کی ماں مقدّس مریم بھی انسانی زندگی کی تمام ضروریات اور لوازمات کی اُسی طرح محتاج تھی جس طرح ابراہیم۔ موسےٰ اور محمد صلّعم اور تمام خدا کے مقدّس انبیاء و رسل تھے جن کو خدا تعالےٰ اپنے لامتناہی علم و حکمت کے ماتحت وقتاً فوقتاً انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث فرماتا رہا ہے۔ پس ہم کو سوائے اِس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ کہ خدا پر پورا ایمان اور بھروسہ رکھیں اور اُس کی ہدایات کی جو وُہ مختلف زمانوں میں اپنے خاص برگزیدہ بندوں کی معرفت بھیجتا رہا ہے فرمانبرداری کریں

اَن عقاید کے ساتھ ہمارا مذہب نہایت سادہ اور خوبصورت رہ جاتا ہے۔ جو ہماری زندگی میں ہمارا رہبر ہوتا ہے۔ اور صریح ناممکن اور غیر معمُولی باتوں کے ماننے سے ہم بچ جاتے ہیں۔ ہر ایک غور و فکر کرنے والے انسان کے لئے زندگی کی ہر چیز حیرت و تعجب میں ڈالنے والی ہے خوشیاں۔ خوبصورتیاں اور بدصورتیاں۔ خطرناک ظلم اور مصائب جو بے گناہ اور بے کس جانوروں اور انسانوں پر روا رکھا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ سب کی سب عجیب اور ناقابل حل ہیں۔ تو ہم اپنے تیرہ سیہ وہمی اور رواجی عقاید کا حاشیہ چڑھا کر جن سے سوا گرما گرم بحث مباحثہ کے اور کوئی نتیجہ نہیں

پیدا ہوتا۔ اپنے دماغ کو کیوں پریشان کریں۔

اگر ایک بچہ کو بچپن سے یہ تربیت دی جاوے۔ اور یہ یقین اس کے دِل میں بٹھایا جاوے کہ اسکی دُنیا کی اور آخرت کی خوشی اس عقیدہ پر منحصر ہے کہ چاند واقعی خدا ہے۔ اور چاند سے ہی نجات کی توقع رکھنی چاہیئے تو یہ آسانی سے اس کی بعد کی زندگی کا مذہب بن جائے گا اور اس کو اسی طرح اس عقیدہ سے تسلی ہو گی۔ جس طرح اور مذہب والوں کو اس بات میں تسلی ہوتی ہے کہ وُہ اپنے سے اوپر اور بہُت بلند ایک ذات کو مانتے ہیں۔ جو قادر مطلق اور پُر رعب ہونے کے ساتھ ایسی ہے جس کے سمجھنے سے عقل کے ہاتھ میں سوا تحیّر کے کچھ بھی نہیں۔ مجھے ایسا معلوُم ہوتا ہے۔ کہ گرجے کے پُرانے پادری لوگوں نے مسیح کے زمانہ کے تین سَو برس بعد منصوبہ کر کے ایک مذہب کی بُنیاد ڈالی۔ اور اس کو اس رنگ میں رنگا۔ کہ گرجے کو سلطنت میں بڑا اقتدار حاصل ہو گیا۔ اور بجائے خود ایک طاقت ہو گیا۔ اور اسی مقصد کے لئے یہ نیا مذہب گھڑا گیا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں جُہلا اور توہم پرست لوگوں میں نا معلوُم اور غیر محسُوس چیزوں کا بہُت رُعب پڑا کرتا تھا۔ اس لئے ایک ایسا مذہب دُنیا کے سامنے پیش کیا گیا جو مسیح کی تعلیم کے بالکل مُطابق نہ تھا۔ پس جو کچھ ہمیں لڑکپن میں سکھایا جاتا ہے۔ اگر بعد میں عمر کی تجربہ کاری کے ساتھ غور و فکر اور مشاہدہ سے پتہ لگ جائے۔ کہ یہ تعلیم ناقص یا لغو ہے۔ تو ہمیں اس کی کورانہ تقلید کرنی درست اور مناسب نہیں۔ جیسا کہ مَیں نے بار بار کہا ہے۔ عیسویت کے مختلف فرقوں کے متضاد اور ناقابل فہم عقاید نہایت تکلیف دہ ہیں اور جب اسلام کی سادہ اور راحت بخش تعلیم کا انسان کو تجربہ ہوتا ہے۔ تو نہایت آرام اور سُکھ محسُوس ہوتا ہے۔ اور اسلامی عقاید کو معقول اور وسیع ہونے کی وجہ سے قبوُل کرنے میں کوئی دقت معلوُم نہیں ہوتی اور تعصب کا جوش اور عضب دوسرے مذاہب میں ہم پاتے ہیں اسلام اس سے پاک ہے۔

عیسائی مذہب مجھے سکھاتا ہے کہ میں پیدائشی گنہگار ہوں اور میری ولادت خدا کے غضب کا نتیجہ ہے۔ خواہ میرے والدین کیسے ہی نیک اور بھلے کیوں نہ ہوں۔ میں ہر حال میں مردود ہوں۔ اور جس سے مجھے خدا کے بیٹے کے مصلوُب ہونے کے سوا نجات نہیں مل سکتی۔ میرا خیال ہے کہ میں اس بات کے ظاہر کرنے میں صحیح ہوں کہ تمام سچے عیسائی یقین رکھتے ہیں۔ کہ قادر خدا

ہمارا باپ جو آسمان پر ہے ازلی و ابدی سب سے پہلے اور سب پر غالب ہے۔ اُس کی قدرت کا کوئی انتہا نہیں۔ جیسا کہ اُس کا ابتداء کوئی نہیں ویسا ہی اُس کا آخر کوئی نہیں۔ اور اُس کا تخت آسمان و زمین پر پھیلا ہوا ہے اور دونوں کا سنبھالنا اُس پر بار نہیں۔ وہ اپنی قدرت محبت اور تقدس میں کامل ہے۔ پھر کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں۔ اگر یہ خیال ذرا سا بھی دل میں لایا جاوے کہ ایسی ہستی شیطان کے ہاتھ سے آزمائی جاتی رہی۔ اگر یسوع خدا تھا۔ تو جنگل میں خدا کی آزمائش کا مقابلہ کرنے میں اُسے کوئی وقت پیش آنی نہیں چاہیئے تھی۔ اور خدا کو شیطان کا آزمانا چہ معنی دارد۔ کیونکہ خدائے قادر مطلق کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وُہ شیطان سے آزمایا گیا یا دُکھ اُٹھاتا رہا سخت کفر ہے۔ برخلاف اس کے اگر یہ فرض کیا جاوے کہ وہ ایک مُلہم انسان تھا۔ اور شیطان کی تحریکات کا مقابلہ کرتا رہا۔ تو پھر اُس کی شان کیسی بلند ہو جاتی ہے۔ اور شیطان کو جو اُس نے جواب دیئے ہیں وُہ کیسے نفیس اور بہادرانہ معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً "انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بلکہ خدا کے کلام سے جیتا ہے۔" "تجھے چاہیئے۔ کہ تو اپنے خداوند خدا کی پرستش کرے اور صرف اُسی کا بندہ بنے۔" "تو اپنے خداوند خدا کو نہ آزما۔" انسان کے مونہہ سے ایسے جوابات ہر زمانہ میں دُوسرے انسانوں کے لئے نہایت بابرکت اور حوصلہ افزا ہیں۔ لیکن ان کی کچھ وقعت نہیں رہتی۔ اگر یہ خود خدا کی طرف منسوب کر دئے جائیں۔ کیونکہ اس صورت میں جواب کا یہی ایک ہی پہلو ہو سکتا تھا جو دیا گیا۔ ہاں خدا سے الہام پانے والے انسان خدائی اخلاق کے مظہر ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے جنگل میں اُس نے صبر و استقامت اور ایمان کا قابل تقلید نمونہ دکھلایا۔ خدا کی پاک رُوح نے جو ہم سب کے ساتھ ہر وقت ہے۔ اُس کی مدد کی اور شیطان پر فتح دلائی۔ یہی بات معقول معلوم ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں ہمیں اُن عقاید کے ماننے سے نجات مل جاتی ہے۔ جو ایسے غیر معقول ہیں۔ کہ خدا کی طرف یہ منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ اُس نے ہم سب کو پیدائشی گنہگار پیدا کیا۔ اور ہماری ولادت اُس کے غضب کا نتیجہ ہے۔ اور اس لئے ہمیں نجات دینے کے لئے اُسے اپنا بیٹا مارنا پڑا۔ ایک بڑے نیک آدمی کی زبان سے جو بڑا مخلص اور مقدس تھا۔ میں نے مفصلہ ذیل سوال خود سُنا:۔ "کیا یہ ماننا سخت مشکل نہیں ہے کہ خالق کل نے باوجود اس بات کے جاننے کے۔ کہ

انسان کمزور ہے اور ایک مشت خاک ہے۔ پھر بھی اُسے زمین پر بسایا۔ لیکن جب نتیجہ خاطرخواہ نہ نکلا۔ تو پھر اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو ایک ظالمانہ موت کا پیالہ پلایا۔" میرے خیال میں کسی مذہب میں ایسا قابل اعتراض مسئلہ ہونا مذہب کی شان کے ہی منافی ہے۔ اسلام میں اس قسم کی چونکا دینے والی غیر معقول باتیں ہرگز نہیں جو اس قسم کے سوالات پیدا ہوسکیں۔

مس سرجنٹ کے نہایت قابل اور مخلص خط کا جواب دینے میں مجھے ایک مشکل کا سامنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم دونوں کے طریق استدلال کے بنیادی اصول متعارفہ ہی الگ الگ ہیں کیونکہ میں خدا کو صرف ایسا واحد و یگانہ خدا مانتا ہوں۔ اور اُس کی عظمت کو اس قدر لامتناہی یقین کرتا ہوں کہ کسی اور نام کو اس کے ساتھ شریک ٹھیرانا کفر سمجھتا ہوں۔ مگر بہر حال میں کچھ دلائل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تاریخ کے نوشتوں کے متعلق ہم کو فیصلہ کرنے میں ایک دقت ہمیشہ پیش آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم کیا بالکل درست مان کر تسلیم کریں اور کیا رد کردیں ہم جانتے ہیں کہ اگلے پادریوں نے جو بڑے ہوشیار اور چالاک تھے۔ مذہب کی ایک خاص شکل گھڑنے میں یہ مصلحت سمجھی کہ اس طرح انھیں مذہب کے بارے میں کل سیاہ و سفید کا اختیار ملجائے گا۔ اور گرجا ایک قوت ہو جائے گا۔ جس کے وُہ مالک ہونگے۔ وُہ جانتے تھے۔ کہ اگر ایک دفعہ لوگوں سے یہ منوا لیا جاوے۔ کہ بہشت و دوزخ کی کنجیاں اُن کے ہاتھ میں ہیں۔ تو گرجے کی حکومت دینوی و ظاہری بھی قائم ہوسکتی ہے۔ پس پاک نوشتوں میں جو اس مقصد کے لئے تحریف کی گئی۔ اُس کا نام تاریخ کے صفحوں پر "مقدس فریب بازی" ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ اب یہ پتہ لگ ہی نہیں سکتا۔ کہ مسیح کے اقوال میں کہاں تک تحریف کی گئی۔ شفاعت کا مسئلہ کیسا خوش نما ہے۔ اور حماقت سے پُر ہے۔ ایک پادری ایک گنہگار سے کہہ سکتا ہے۔ "میں مقدس ولیوں سے شفاعت کرکے کنواری مریم کی شفاعت تیرے لئے حاصل کرلوں گا۔ اور خدا کی ماں اپنے بیٹے سے شفاعت کرلیں گی۔ اور یسوع اپنے باپ سے شفاعت کرے گا۔ اور اس طرح آخرکار میری مدد کے ساتھ تیرے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ لیکن اس سارے کاروبار کے لئے کچھ تمھیں صرف کرنا پڑے گا۔ اور جس طرح میں کہتا ہوں۔ اگر تم نہ کروگے تو بہت برا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

یہ تو عیسویت کی ابتدائی حالت کی تصویر ہے۔ لیکن پراٹسٹنٹ اور اصلاح شدہ گرجوں میں صرف مسیح ہی باپ کے حضور میں شفیع یا وکیل سمجھا جاتا ہے۔ جیساکہ میں نے اشارہ کیا ہے یہ خیال بڑا راحت بخش اور دل کش ہے۔ کہ کسی ایسے شخص سے مدد کی توقع رکھی جائے۔ جو خدا کی معرفت ہم سے بہتر رکھتا ہے۔ ایک غریب ہلاک شدہ دُنیا کی خاطر کسی نجات دھندہ کا آسمان سے آنا اور خود اپنے یا اپنے باپ کا غصّہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے تئیں قربان کر دینا ایک دلربا تصویر ہے جس کا مقصد محض قلوب کو متاثر کرنا ہے اور اس کہانی کی دلربائی نے ہی اُس کی لغویت پر بُہت حد تک پردہ ڈال دیا ہے۔

مس سرجنٹ کے خط کے آخری حصّہ کی نسبت میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میرے ذہن میں جو خدا کا تصوّر ہے اُس کے لحاظ سے میں خدا کو ایسی عظیم الشان اور قادر مطلق ہستی سمجھتا ہوں کہ غریب ہلاک شدہ دُنیا کو پیدا کر کے یہ اُس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ دُنیا میں تشریف لے آوے لیکن چونکہ وُہ خدا ہے۔ اِس لئے "ذاتی قربانی"، "شرم"، "لعنت" جیسے الفاظ خدا کی طرف میں منسُوب نہیں کرسکتا اور نہ ایسی صُورت میں یہ کوئی معنے رکھ سکتے ہیں۔ "غصّہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے تئیں قربان کر دینا" یہ اتنا پُرانا خیال ہے جتنی کہ دُنیا کی عمر ہے۔ چنانچہ بُہت قدیم زمانہ میں بتوں کے سامنے اِس قسم کی قربانیوں کی وحشیانہ رسومات بجالائی جاتی تھیں۔ جن میں مذہبی پیشوا لوگ ایسی دِل ہلا دینے والی حرکت کیا کرتے تھے۔ کہ زندہ آدمیوں میں سے اُن کے دل چیر کر نکال لیا کرتے تھے۔ قربانی کو رشوت یا سربیرس (ایک یونانیوں کا دیوتا جس کی شکل تین سر کے کتے کی طرح ہے۔ جو عالم سفلی کا محافظ خیال کیا جاتا تھا) کے تر لقمہ کی طرح سمجھنا اور اس کے ذریعہ ملاء اعلیٰ والوں کی نگاہ رحم اور تلطف کو حاصل کرنا یہ یہودیت یا عسویت کے ساتھ اتنی ہی خصوصیت رکھتا ہے۔ جتنی کہ کثیر الازدواجی مشرق میں اسلام کے ساتھ۔

یہ نہایت ذلیل خیال اور کفر ہے۔ کہ خدا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے یا اُس کی توجہ اپنی طرف قائم رکھنے کے لئے اُس کو کچھ رشوت یا نذر کے طور پر کچھ دیا جائے۔ جو شخص خدا کی صحیح معرفت رکھتا ہے وہ ایسی ادنیٰ ادنیٰ ناانصافیوں اور کسی قسم کے ظلم کو بھی اُس کی طرف منسُوب نہیں کرسکتا چہ جائیکہ ایک ایسی بات جو دنیا دار ظالموں کے سزاوار بھی نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ یسُوع نے یہ کہا ہے کہ " میں راہ سچائی اور زندگی ہوں۔ اور کوئی آدمی باپ سے بغیر میری وساطت کے ملاقی نہیں ہو سکتا۔ اس کی آسانی سے یہ تفسیر ہو سکتی ہے کہ میرے اور میری تعلیم کے ذریعہ سے تم سچائی کو پاؤ گے۔ اور ابدی زندگی کی راہ پر چلوگے۔ اور آخرت کی پُوری پُوری راحت اور لذّت سے کوئی شخص تمتع نہیں حاصل کر سکتا۔ جب تک وہ اُن ہدایات پر نہ چلے۔ جن کو تمہاری خاطر میرے آسمانی باپ نے مجھ پر وحی کی ہیں " مسیح نے جو اس امیر نوجوان آدمی کو جواب دیا جس نے کہا تھا۔ کہ اے نیک اُستاد الخ۔ اس جواب میں کچھ ابہام ہے لیکن میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں نے اُس کا مطلب بیان کیا ہے وہی صحیح ہے اور ہمارے آقا کا مطلب یہی تھا۔ کہ وُہ الوہیت کا انکار کرنا چاہتے تھے۔

باقی رہے یہ فقرات کہ " ابراہیم سے پہلے میں تھا " یا میں اور باپ ایک ہیں۔ یا میں خدا کا بیٹا ہوں جن سے یہ گمان ہوتا ہے کہ الوہیّت کا دعوےٰ کیا ہے۔ لیکن یہ آسانی سے حل ہو جاتے ہیں جبکہ ہم دوسری آیات کی طرف نظر کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ " میں اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا میں سُنتا ہوں۔ اُسی کے مُطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ ہاں میرا فیصلہ عدل پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں ڈھونڈتا۔ بلکہ باپ کی مرضی ڈھونڈتا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہی اگر میں اپنی شہادت پیش کروں تو یہ غلط ہے " اس فقرہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے خود اپنے آپ کو خدا نہیں قرار دیا۔ بلکہ وُہ ذریعہ قرار دیا۔ جس کے ذریعہ خدا کا پیغام بنی نوع انسان کو پُہنچایا جاتا تھا۔ اُن کا یہ قول کہ " باپ جس نے مجھے بھیجا ہے " صاف ظاہر کرتا ہے کہ وُہ اپنے تئیں خدا نہ سمجھتے تھے۔ اس کے بعد مفصلہ ذیل فقرات کی تطبیق ذرا مشکل نظر آتی ہے۔ مثلاً " تم نے کبھی اُس کی آواز نہیں سُنی اور نہ اُس کی صورت دیکھی (یُوحنا باب ۵ آیت ۳۷) " یہ نہیں کہ کسی شخص نے باپ کو دیکھا ہے۔ مگر وُہ جو خدا کی طرف سے ہے۔ اُسی نے باپ کو دیکھا ہے (یُوحنا باب ۶ آیت ۴۶) ان فقرات سے تو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا کو کبھی کسی انسان نے نہیں دیکھا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی تصحیح مسیح نے سامریہ کی عورت سے بات کرتے ہوئے یوں کر دی ہے کہ " میں جو تجھ سے بول رہا ہوں وہی ہوں " اِس طرح کے کثیر التعداد متضاد بیانات سے آدمی کا دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ اور اُن کی تفاسیر پر توجہ کرنے سے ایک آدمی

کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ اگر کچھ ایسی باتیں مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جن سے اُن کی الوہیت کا دعوائے نکلتا ہے۔ تو کثرت سے ایسی باتیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے تئیں صرف خدائے مقتدر کا ایک رسُول اور ملہم سمجھتے تھے۔ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں۔ کچھ شک نہیں کہ ہم سب کے سب بے علم ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے سے بڑے دینی عالم و مقتدا اور دُنیوی فضلاء تک بھی بہت کم علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ سر اسحاق نیوٹن نے کہا۔ کہ "میں اپنے تئیں ایسا سمجھتا ہوں۔ کہ ایک لڑکا حقیقت کے بحرِ ذخار کے کنارے سے پتھر اُٹھا رہا ہے" لیکن یہ یقین کر کے جانو۔ کہ ہم میں سے بعض ایسے ہیں جو مقدس نبی محمدؐ مصطفےٰ صلعم کی طرح اُمّی اور ناخواندہ محض ہیں۔ مگر من جانب اللہ الہامات اور کشوف کے ذریعہ اُنھیں وُہ علوم رُوحانی عطا ہوتے ہیں۔ جن سے وُہ لوگ جن کو علمیت و فضیلت پر بڑا ناز ہوتا ہے۔ بکلی بے نصیب ہوتے ہیں۔

اِس مضمون میں میرے خیالات کو رسم و رواج کے اور صحیح عقاید کے خلاف سمجھا جائیگا۔ بلکہ وہ لوگ جو کسی کی صاف گوئی کو سُن نہیں سکتے۔ اُن کے کان ان باتوں کو شیطانی سمجھیں گے لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ دیانتداری کا تقاضا یہی ہے کہ جو میں اب سمجھتا ہوں اور گذشتہ کئی سالوں سے سمجھتا رہا ہوں۔ اُس کو صاف صاف کہدوں۔ بہت سے مجھے یہ سمجھیں گے کہ یہ گمراہ اور ہلاک شدہ رُوح ہے۔ لیکن میں عالم آخرت میں ایسے عقاید کے ماننے کا جھوٹا مدعی ہو کر جانا نہیں چاہتا جو میرے دل کو نہیں لگتے اور جنھیں میری عقل اور ضمیر قبول نہیں کرتی اس عقیدہ سے جو بہت سے عیسائیوں کا ہے اور جس کی رُو سے خدا کی طرف بہت سی بے انصافیاں اور ظلم منسوب کئے جاتے ہیں۔ میں بہتر سمجھتا ہوں کہ سرے سے اس خدا ہی کو نہ مانوں چالیس۴۰ برس سے میں خدا کے عدل و انصاف۔ رحم اور قدرت پر کامل اور غیر متزلزل ایمان رکھتا ہوں۔ اور اگرچہ کثرت سے میں اُن گڑھوں میں گرا ہوں۔ جو شیطان نے انسان کے لئے بنا رکھے ہیں۔ لیکن جب کبھی میں گرا ہوں میں نے ہمیشہ اُسے موجود پایا۔ اور اُسی کے قدرت کے ہاتھ نے مجھے بچا لیا۔ شکوک اور شبہات بھی پیدا ہوئے ہیں۔ بالخصوص اُن قصوں سے جو توریت میں موجود ہیں۔ کیونکہ اُنمیں سخت دھوکہ دہی اور خطرناک شرارتوں کے نمونے نظر آتے ہیں جن کے بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ پڑھنے والا ان کو خود پڑھتے ہوئے سمجھ سکتا ہے۔ اور نیز ظلم اور مکر و فریب کی کثرت

سے جو آج کل دُنیا میں پھیل رہی ہیں۔ قاعدہ کلیہ کی یہ مستثنیات یا معمّے جو کائنات عالم میں پائے جاتے ہیں ناقابل حل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں شیاطین کے وجود کو مانتا ہوں کہ وہ ضرور ہیں۔ (خواہ بیلزیبب تاریکی کے شہزادہ کی شکل میں مانا جائے یا شیطنت کا بادشاہ تسلیم کیا جائے) اسی طرح میں یہ بھی پُوری طرح یقین رکھتا ہوں کہ خدا واقعی موجود ہے جو ہر ایک دُکھ میں مدد دینے کے لئے تیار ہے۔ اور جو اُس پر سچّا ایمان رکھتا ہے اُس کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اللہ اکبر۔ میں حقیقی عیسائیت کے کسی مذہبی عقیدے پر حملہ کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مسیح کی تعلیم ہمارے مذہب کا حصّہ ہے۔ صرف میں اس خطرہ سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو مسیح کی اصلی تعلیم کے علاوہ وہمی اور فرضی حواشی پر خوش عقیدگی کی وجہ سے یقین کر لینے کا نتیجہ ہے۔ یہ حواشی اور زوائد ایک خاص منصوبہ کے ماتحت گھڑے گئے ہیں اور اُن کا منشاء یہ ہے کہ ہمارے خیالات کی طرف لوگوں کی توجہ نہ ہو اور قوم کے بعض حصّوں پر ناجائز اثر اور دباؤ پڑا رہے۔ مسیح کے مذہب (یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہنا چاہیئے کہ میرے یقین کے مُطابق وُہ مذہب جو مسیح نے سکھلایا تھا) کی مثال ایک خوبصورت عمارت کی ہے۔ جس کے تمام خط و خال کو مچانوں کے بانسوں اور ترپالوں نے ڈھانپ لیا ہوا ہے۔

مَیں خوب جانتا ہوں کہ کیوں آج کل اس قدر لوگ گرجے سے الگ رہتے ہیں۔ اِس لئے نہیں کہ اُن کو مذہب سے دلچسپی نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چپ چاپ بیٹھ کر ایسی باتیں سُننا نہیں چاہتے۔ جس سے اُن کا صبر و استقلال معرض امتحان میں پڑ جائے اور معقولیّت کا خون ہو جائے۔ اُن کا قول ہے کہ باہر کھلی ہوا میں ٹینس یا گولف کھیلنا اور تازہ ہوا سونگھنا اس سے بُہت بہتر ہے کہ گرجے میں گھُس کر چپ چاپ بیٹھا ہوا اندر ہی اندر غم و غصّہ میں کھولتا رہے۔ یہ حالت کیسی قابل رحم ہے۔ مذہب میں کوئی چیز ایسی نہ ہونی چاہیئے جو وہمی اور مضحکہ خیز ہو۔ بلکہ متانت اور حقیقت ہونی چاہیئے جو ہم پر ہمیشہ نیک اثر ڈالے۔ میرے کانوں میں ہمیشہ یہ الفاظ پڑتے ہیں۔ کہ دیکھو عیسویت نے دُنیا کے لئے کیا کیا کچھ کیا ہے۔ ذرا شفاخانوں کیطرف نظر دوڑاؤ۔ سلطنت برطانیہ کو دیکھو اور ہماری اعلیٰ درجہ کی تہذیب پر غور کرو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب ٹھیک۔ لیکن کسی مذہب میں بھی اگر صرف توریت کے دسؔ احکام اور خداوند کی دعا اور شیطان سے نفرت کے اصُول ہوں تو وہ بھی ٹھیک یہی کام کر سکتا ہے۔ پھر ہمارے موجودہ دشمنوں

نے تو عیسائیت سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔کیونکہ نہایت بیدردی کے ساتھ قتل و غارت اور شہوت پرستی سے کام لیا جا رہا ہے سفید جھوٹ اور نہایت سنگدلی کی وحشیانہ حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں اور لوتھر جیسے عظیم الشان مصلح کی اصلاح کا یہ کوئی عمدہ پھل نہیں۔اب ان مستثنیات کو کہاں لیجایا جاوے۔یہ کیا سبب ہے کہ خدا ترس لوتھر کے پیرو اپنی تعلیم بھول گئے۔کیا یہ گرجے سے اپنی شامت اعمال کی وجہ سے خارج کر دئے گئے ہیں یا کوئی اور سبب ہے۔ان تمام واقعات سے ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔اور وہ یہ کہ تعلیم و تربیت خدا پرستی کے بغیر بالکل ناکام اور نامراد چیز ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔کہ ایک عظیم الشان قوم اخلاقی طور پر قعر مذلت کے انتہائی تہ میں غرق ہو جاتی ہے +

# عیسائیت اور توحید

رسالہ یونی ٹیرین منتھلی کا اخبار لکھتا ہے:۔

"ہمارے اسلامک ریویو اور ووکنگ کی مسجد کے مسلم احباب کو ذرا زیادہ احتیاط اور عیسویت کے مختلف فرقوں میں پورے پورے امتیاز کو کام میں لانا چاہئیے۔مارچ کے اسلامک ریویو میں لارڈ ہیڈلی نے مسجد میں بحیثیت ایک مسلمان کے تقریر کرتے ہوئے مفصلہ ذیل تقریر کی۔کہ مخلص عیسائی لوگ خدا کو مانتے ہیں اور نیز مسیح کو خدا مانتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ نجات بغیر اس عقیدہ کے ناممکن ہے۔

یقیناً ہمارے مسلمان احباب خوب جانتے ہیں۔کہ یہ بیان جو اوپر مذکور ہوا تمام عیسائیوں کے متعلق صحیح نہیں اور یہ کہ موحد عیسائی لوگ مسیح کو خدا نہیں مانتے۔اور نہ اس عقیدہ کے بغیر نجات کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔یہ باتیں ہمارے دوست خوب جانتے ہیں۔اور موحدین کے موقتہ الشیوع رسالوں سے بھی اچھی طرح واقف ہیں اور خود لنڈسے ہال لنڈن میں جسے موحدین نے ہی انکو کرایہ پر دیا ہوا ہے۔وہ اپنی نماز گذارتے ہیں اور وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ موحدین

اپنے تئیں عیسائی کہلواتے ہیں۔ اور اپنے فرقہ کو یسوع مسیح کی تعلیم کا سچا وارث قرار دیتے ہیں۔ پھر اسلامک ریویو کی اُسی اشاعت میں فرقہ موحدین کے ایک پادری مسمی ریورنڈ آر میکسول کنگ آف پرسبیٹیرین چرچ نیو ٹونا رڈس کو ڈون آئرلینڈ کا خطبہ درج ہے۔ جس میں مذہب اسلام کی خوبیوں کو پسندیدگی و قبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اسلامک ریویو کے ایڈیٹران صاحبان جانتے ہیں۔ کہ مسٹر کنگ اور اُن کے احباب سب اسی فرقہ موحدین سے جو عیسائی کہلاتا ہے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو عقیدہ کہ اوپر بیان کیا گیا ہے وُہ ان کی نسبت صحیح نہیں۔ اور یہ پہلی بار ہی نہیں ہے جو ہم نے اسلامک ریویو میں مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کی غلط بیانی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دانستہ ایسا کیا گیا ہے۔ بلکہ جو الزام وُہ لگاتے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے متعلق صحیح ہے جو پُرانی وضع کے عیسائی ہیں۔ پس جب اِس بات کا علم ہے تو اُن کو چاہیئے۔ کہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں ایسے الفاظ استعمال کیا کریں۔ جن سے تمیز ہو جایا کرے۔

**از اسلامک ریویو:۔** جو نوٹ اوپر بیان کیا گیا ہے اُسے پڑھ کر ہمیں حیرت ہوگئی۔ کیونکہ یہ ہم نہیں ہیں۔ بلکہ خود عیسائی یا پرانی وضع کے عیسائی ہیں جو موحدین کو عسائیت سے خارج سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک عیسائیت کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ مسیح کی الوہیت اور نجات دہندگی پر ایمان لایا جاوے

یونی ٹیرین منتھلی کے ایڈیٹر کی یہ بات بالکل سچ ہے۔ کہ مُسلمان جانتے ہیں کہ موحدین مسیح کی الوہیت یا نجات دہندگی پر یقین نہیں رکھتے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اُنھوں نے اپنے سکوت اور خاموشی سے عیسویت سے خارج شدہ ہونے کے فتوے پر مُہر لگا دی ہے۔ شاید موحدین یہ جانتے ہونگے۔ کہ مُسلمان بھی موحدین کی طرح مسیح کو ایک نبی مانتے ہیں۔ لیکن وُہ عیسائی کہلانا سخت ناگوار سمجھتے ہیں۔ کیونکہ عیسائی کا لفظ آجکل اپنے اندر ایک خاص مفہوم رکھتا ہے۔ ہاں موحدین کہلانے میں وُہ کوئی مضائقہ نہیں خیال کرتے۔ مُسلمان تو اپنے آپ کو محمدی کہلانا بھی پسند نہیں کرتے۔ اِسی طرح اُنھوں نے خیال کیا۔ کہ موحدین بھی اپنے تئیں عیسائی کہلانا پسند نہ کرتے ہونگے۔ باقی رہے ہمارے خیالات جو موحدین کی نسبت ہیں۔ سو ہم اس فقرہ کو سچا سمجھتے ہیں جو یونی ٹیرین منتھلی میں کسی مُسلمان بنگالی عالم کی طرف سے نکلا ہے اور وُہ یہ ہے "کہ میں بھی

انہی معنوں میں اپنے آپ کو موحد کہتا ہوں۔ جن معنوں میں آپ نے اس کی تفسیر کی ہے۔ میں آپ لوگوں کو اسی ایک ہی موحد مذہب کا پیرو سمجھتا ہوں۔ ایک موحد اور ایک مسلمان میں کوئی فرق نہیں۔ پس عالمگیر موحد مذہب کے مشترکہ پلیٹ فارم پر مغربی و مشرقی موحدین کو جمع ہو جانا چاہیئے۔

# براعظم امریکہ کے ایک دور دراز مقام سے ایک بشارت

مجھے کل کی ڈاک میں امریکہ کا ایک خط موصول ہوا۔ جس کے بعض حصص کا ترجمہ بالفاظ ذیل یہاں دیتا ہوں۔ وھوھذا۔

**سالٹ لیک۔ شہر یوٹا**

صوبجات متحدہ امریکہ۔ مورخہ ۲۶۔ مئی ۱۹۱۵ء

**میرے پیارے بھائی** ۔ اسقدر دور دراز مقام سے اس چٹھی کا آنا بالضرور آپکے لئے موجب حیرت ہوگا۔ لیکن اب میں اس خیال سے یہ خط لکھنے پر مجبور ہوں کہ آپ کو علم ہو جاوے کہ کن کن دور دراز مقامات تک آپ کا اثر پھیل رہا ہے۔ ... ایک برس ہوا جب سے خالد شیلڈرک مقیم ووکنگ مسجد سے قرآن کریم کے کسی معتبر انگریزی ترجمہ کی بابت دریافت کیا۔ کئی سالوں سے مجھے اسلام سے دلچسپی رہی ہے۔ اور چونکہ مجھے (حضرت) محمد صلعم کی تاریخ کا بھی کچھ علم تھا۔ آہستہ آہستہ میں تعلیمات اسلام اور عقاید مسلمین سے زیادہ آگہی حاصل کرنے پر مائل ہو گیا۔ اب برابر ایک سال سے اپنی فارغ اوقات میں میں انھیں معاملات پر مطالعہ کرتا ہوں۔ اسلامک ریویو بھی لیتا ہوں اور اس مضمون پر اور کتابیں بھی خرید کی ہیں۔

بہرحال جس کتاب نے مجھے عظیم الشان فایدہ پہنچایا وہ آپ کی مختصر کتاب * اسلام اور اسلامی

* اس کتاب میں اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابل اور اسلام کے ارکان اور خصوصیات کا ذکر ہے۔ خلاصہ تعلیم اسلام یہی ہے۔ اسلامی نماز اور عیسائی نماز کا مقابلہ۔ نماز عربی حروف بمعہ اسکا تلفظ رومن کیرکٹر میں ہے اور ترجمہ انگریزی میں۔ بلاد غیر میں مفت تقسیم ہوتی ہے۔ لیکن اس کی قیمت یہاں (۴/) ہے۔ مینیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کریں +

نماز تھی۔ اس کے ذریعہ میں نے نماز کو زبان انگریزی یاد کر لیا۔ اور دن میں اُس کے اکثر حصص اگر ممکن ہوا تو بار بار پڑھتا رہتا ہوں اور اپنی آنکھیں اُسی حقیقی چشمۂ نور کی طرف لگائے رکھتا ہوں۔ اس سے آپ خیال کر سکتے ہیں کہ آپ کی یہ چھوٹی کتاب جو یہاں سے دور جگہ پر لکھی گئی اب شاید دُنیا کے ایک ایسے دور ترین حصے میں چلی گئی ہے۔ کہ جبکا کتاب کے لکھنے کے وقت آپ کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ میں نے چند کاپیاں اس کتاب کی اپنے ذیل کے احباب میں تقسیم کی ہیں۔ لفٹننٹ اے گھتری۔ مسٹر ولیم کوپر۔ مسٹر ایم سمتھ۔ اس سے آپ پر ظاہر ہوگا۔ کہ میں آہستہ آہستہ یہاں ہمارے مذہب سے سخت نفرت ہے اسلام کی صداقت پھیلانے میں کوشش کر رہا ہوں۔ میں اُن اصحاب سے بھی خط و کتابت مستقل طور پر کرتا ہوں جنہوں نے اب اسلام کا اعلان کیا ہے۔ مثلاً مسٹر نقیبو ڈوس ڈیو رینٹل ([illegible]) کلیفورنیا۔ مسٹر الیف میکارتھی کلیفورنیا۔ مسٹر ای۔ این۔ ایم۔ وے۔ کرولے (یہ سب اسلامک ریویو کے ذریعہ مسلمان ہوئے) اس چٹھی میں اسی قدر کافی ہوگا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کی ہر ایک نصیحت اور مشورے پر عمل کروں گا۔ جس سے میں اسلام کے لئے مفید ہو سکوں۔ آپ ضرور مجھے اطلاع دیں میں آپ کے نصائح پر چلوں گا۔ اور اس مشترکہ فرض کے لئے ہر طرح کوشش کروں گا × × × × کاش میں اسلام کے لئے کچھ کر سکوں۔ کاش مجھے بھی وہ نعمت نصیب ہو جو آپ کو ہوئی یعنی زیارت مکہ۔ ابتداء سے ایک خیال ہے کہ شاید مکہ۔ مدینہ کی مجھے زیارت ہو۔ بظاہر یہ بعید از عقل ہے۔ ایک۔ دور دراز کا سفر۔ دوسرا میری مالی حالت ایسی اعلےٰ نہیں۔ لیکن ایک امریکہ میں مثل ہے جب تک زندگی تب تک امید۔ شاید ان مقدس مقامات کی زیارت نصیب ہو۔

آپ کا۔ نہایت ادب سے

ہومی کورنل۔ سٹیونز

میں نے اِس خط کی ایک نقل دوکنگ بھیجدی ہے اور لکھ بھیجا ہے کہ اِن تین اصحاب مندرجہ چٹھی کے نام اسلامک ریویو جاری کر دیا جاوے۔ آخر اس گذشتہ دو سال کے متواتر ریویو بھیجنے نے امریکہ میں بلا واں پہنچے تخم ریزی کی۔ چار مسلمان ہو گئے اور تین اور سامنے ہیں۔ آہ کوئی اہل دل ہو۔ کوئی ان واقعات اور نتائج پر غور کرے۔ کیا جس قدر روپیہ صرف ان امریکہ والوں

کے پاس ریویو بھیجنے میں خرچ ہؤا۔ اُن کو کچھ بھی نسبت اِن نتائج اعلےٰ سے ہے مجھے بار بار حیرت آتی ہے کہ مُسلمانوں کو کیا ہوگیا۔ کیوں وُہ اِس طرف متوجّہ نہیں ہوتے۔ ہمارے سب قومی تحریکات کے مقابل سب سے زیادہ یہ ضروری اہم اور مفید کام ہے اور اسوقت تک اِس قدر لاپرواہی۔

## اِس کو ضرور پڑھو۔

اسلامک ریویو انگریزی کے مفت اشاعت تقسیم کی تجویز ملک کے آگے پیش کی اِس تقسیم کے نتائج اعلےٰ سے اعلےٰ ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ جس کا ایک ثبوت مذکورہ بالا چٹھی ہے۔ لیکن اس وقت تک ملک کی توجہ اِس طرف ہونے میں نہیں آتی۔ پھر مینے ہندوستان آکر یہ تجویز کی کہ اردو کا رسالہ نکال دُوں۔ اُس کی قیمت بُہت تھوڑی رکھدوں۔ اگر اسکا ہی رسالہ دس ہزار تک لگ جاوے تو میں خود ہی اُس کے منافع سے چند ہزار رسالہ انگریزی مفت تقسیم کردوں۔ اِس طرف بھی بُہت کم توجہ ہوئی ہے۔ اِس وقت کل ڈیڑھ ہزار یا اس سے زیادہ اس رسالہ کی خریداری ہوئی ہے۔ جو اِس رسالہ کے اخراجات کے لئے بمشکل مکتفی ہوسکتی ہے خیال تو یہ تھا۔ کہ اِس سے انگریزی رسالہ کو تقویت ہو۔ لیکن ابھی تک وُہ غرض پُوری نہیں ہوئی۔ مجھے یہ تو خدا تعالےٰ کا شکریہ کرنا ہے۔ اور ایسا ہی بعض قوم کے ایک حصّہ کا۔ یہہ ڈیڑھ ہزار خریدار میرے چند شہروں میں پھرنے کا نتیجہ ہے۔ جہاں میں جاتا ہوں مجھ سے برادران اسلام محبت سے پیش آتے ہیں۔ میری خدمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اِس کام کی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہر شہر سے اوسطاً سو کے لگ بھگ خریدار ہی پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن میں یہ کام کہاں تک اور کب تک کرسکوں گا۔ یہ تو میں یقین کرتا ہوں کہ اگر میں دو سال ادھر اِس کام پر یہاں رہوں تو شاید دس ہزار کیا بلکہ بیس ہزار خریدار پیدا کرلوں۔ لیکن کیا یہ کام اِس قابل ہے کہ جس پر میں اپنے اوقات خرچ کروں۔ ووکنگ کے حالات اب بدل گئے۔ لوگوں کا رُجحان یکلخت اِس طرف ہوگیا۔ مسجد ووکنگ بدھ اور اتوار کو ایک میلہ کی جگہ ہوگئی۔ وہاں کے باشندوں میں ہم سے اجنبیت اور دُوری چلی گئی۔ محبت اور اتحاد کے تعلقات قائم ہوگئے۔ وہاں بحمداللہ اسلام کو ایک معقول سادہ اور مکمل مذہب سمجھا گیا۔ یہ وقت تھا۔ کہ بُہت سے کارکن وہاں ہوتے۔

خصوصاً وہ جن کو کچھ تجربہ تھا۔ ذیل میں ایک رپورٹ درج کرتا ہوں جو مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا مقیم لنڈن نے کسی گذشتہ اتوار کے جلسہ کی لکھی ہے۔ مجھے نہ موجودہ جنگ یہاں روک سکتا ہے۔ نہ کوئی اور تعلقات وطن و عیال۔ لیکن اگر کوئی روک میرے راہ میں ہے تو صرف مالی دقتیں۔ آہ ایک اسلامی مشن کل ہندوستان کی طرف سے۔ پھر ایسا مشن کہ اپنے نتائج میں کل مذاہب کی گذشتہ صدی کے مشنوں کے مقابل ارفع و اعلیٰ ہو اور اس کی طرف یہ سرد مہری۔ اے خدا تو ہم پر رحم کر تو ہی ان غفلت کے لحافوں میں لپٹے ہوؤں کو جگا اور ان میں اس ضرورت حقہ کا احساس پیدا کر۔

مینے ابھی ذکر کیا ہے۔ کہ اگر اردو رسالہ کی خریداری بڑھ جاوے تو یہ آسان سے آسان طریق ہے کہ جس سے اتنی عظیم الشان مہم طے ہو جاتی ہے۔ میں بھی تجربہ سے جانتا ہوں کہ اگر مسلم بھائیوں کو تحریک کی جاوے تو اس طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن آمادہ کون کرے میں تو ہر جگہ جانے سے رہا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک اور تجویز آئی ہے۔ اس رسالہ کے قارئین کرام میں اکثر ذی اثر ذی وجاہت احباب ہیں۔ اگر ہر ایک بزرگ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کریں۔ جیسے کہ بعض کرتے بھی ہیں۔ ہر ایک رسالہ کا پڑھنے والا اوسطاً دو دو خریدار بھی اپنی طرف سے دے تو چھ ہزار خریدار اردو کے آسانی سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

انگریزی رسالہ کے بھی خریدار بڑھنے چاہئیں یا کم از کم ایسے اہل کرم پیدا ہونے چاہئیں جو اپنی طرف سے انگریزی رسالہ بلاد غرب میں مفت تقسیم کراویں۔ ایسے بزرگوں سے صرف پانچ روپیہ سالانہ بجائے سات روپیہ کے لئے جاویں گے۔

امریکہ۔ انگلستان۔ یورپ۔ غرض ہر جگہ مذہب کی تلاش از سر نو پیدا ہو گئی ہے۔ لوگ اپنے مذہب سے بیزار اور متنفر ہو چکے ہیں۔ آئینہ بالکل صاف ہے۔ گذشتہ عقاید یا تعصبات کا کوئی زنگ ان پر نہیں۔ پھر یہ قومیں تعلیم یافتہ ہیں۔ کسی مذہب کی وہمی یا حقیقی خوبیوں میں تمیز کر سکتے ہیں۔ مینے جس نگاہ سے اسلام اور یورپ کے اندر مندرایہ خیالات کا متقابلہ مطالعہ کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ مغربی دل و دماغ صرف اسلام کے ہی قبول کرنے کے لیے طیار ہوا ہے۔ وہ لوگ خود بخود اول اصولوں کو دریافت کر چکے ہیں یا ان کے قریب آ رہے ہیں کہ جو اسلام نے ہی

بوجہ احسن تعلیم کئے ہے ×

# یورپ میں اسلام کی راہ سے روکیں مٹتی جاتی ہیں

پھر خدا تعالے نے خود ایسے سامان پیدا کئے ہیں۔ کہ جن سے وہ روکیں دور ہوگئی ہیں۔ جو اسلام کی راہ میں تھیں۔ وہ امور جو خطرناک طور پر یورپ میں اسلام کے سدِ راہ تھے۔ وہ شراب نوشی مسئلہ کثیر الازدواجی اور مسئلہ اسلامی جنگ تھا۔ آج یہ تینوں امور تھوڑے عرصہ میں دور ہوگئے۔ اسلامی جنگوں کی حقیقت اور صداقت پر آج انگلستان اور فرانس نے مُہر لگادی۔ خود ہی ہماری سرکار دولت مدار پر وہی وقت آگیا۔ کہ جس کے دفعیہ کے لئے آنحضرت صلعم نے جنگ کئے۔ آج ایسے جنگ کی حمایت میں گرجاؤں میں وعظ ہو رہے ہیں۔ کثیر الازدواجی کی ضرورت خود بخود سامنے آرہی ہے۔ آخر اسلام نے یہ مسئلہ صرف خاص خاص ضرورتوں کے لئے ہی تعلیم کیا تھا۔ وہ ضروریات اس وقت نہایت خوفناک شکل میں سامنے کھڑی ہیں۔ شراب کے متعلق آج ہمارے شہنشاہ اعظم جارج خامس نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے محل سے اس موذی چیز کو نکالکر شراب سے نفرت کرنا ایک قسم کا فیشن ہونے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ شراب کا متوالا فرانس اس سے علی الاعلان متنفر ہو رہا ہے۔ روس نے کروڑہا روپیہ کا نقصان برداشت کرنا قبول کرلیا۔ لیکن اس پلید چیز کو جلاوطن کرنے کا اُسے فکر ہے۔

کیا ایک اہل بصیرت ان واقعات سے کچھ سمجھ نہیں سکتا۔ کہ عین اُس وقت جب خدا تعالیٰ کے علم میں وُہ وقت آگیا۔ کہ یہ روکیں خود بخود اسلام کے راہ سے دُور ہو جاویں۔ اِس وقت بعض کے دل میں تحریک ہوتی ہے کہ اسلام کی تبلیغ غربی ممالک میں شرُوع کریں۔ ربانی اشارات کے پڑھنے والی قوم۔ نظر عبرت سے واقعات عالم کا مطالعہ کرنے والی قوم اوٹھ اور جاگ۔ اور خدا کے پیدا کردہ سامانوں سے مستفید ہو۔ اور یاد رکھ کہ ؎

بمفت این اجر نصرت را دهندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

اِس رسالہ کا یہ نمبر بعض ایسے احباب کی خدمت میں بھی بھیجا جاتا ہے۔ جو اِس وقت تک اُس کے خریدار نہیں ہوئے۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے خریداری کی رضامندی تو دی تھی لیکن کسی وجہ سے وی۔ پی واپس آگئے۔ یہ نہیں کہ اُنھوں نے انکار کیا۔ اور وجہ سے واپس آگئے۔ وُہ اس میری عرضداشت پر غور کریں۔ وہ اگر انگریزی رسالہ خرید نا پسند نہ کریں تو اُردو رسالہ خرید لیں۔

یہ معاملات تو اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہیں۔ جو جو فضل اللہ تعالےٰ نے مجھ پر آج تک کئے اور جس جس طرح سے اُس نے مشکل کشائی کی ہے۔ وہی ان موجودہ دقتوں کا کفیل ہے۔ بہر حال میرا فرض ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو اس کارِ خیر میں شریک کرنے کے لئے صلائے عام دوں۔

خواجہ کمال الدین

عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور

۲۔ جولائی ۱۹۱۵ء

---


**اسوہ حسنہ**
**الموسوم بہ**
**زندہ اور کامل نبی**

وُہ لیکچر جو محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج علی گڈھ میں **خواجہ کمال الدین** صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب نے دیا۔ یہ کتاب بفضلہ تعالےٰ کچھ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی ہے کہ اس کی مانگ اب تک لگاتار جاری ہے۔ چونکہ اس کتاب کی فروخت سے کوئی ذاتی مفاد مدنظر نہیں۔ بلکہ یہی غرض ہے کہ اس تصنیف سے ہر ایک اہل اسلام کو فائدہ پہنچے۔ اِس لئے اِس کی قیمت نصف کر دی گئی ہے۔ پانچ آنے کے ٹکٹ بھیج کر بذریعہ وی۔ پی طلب کریں جس میں ایک آنہ محصول ڈاک ہے۔ ضخامت ۱۳۶ صفحہ اور اعلےٰ درجہ کے ولائیتی چکنے کاغذ پر نہایت خوش خط چھپی ہے +

المشتہر

**منیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور**

# رپورٹ جلسہ ووکنگ منعقدہ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

## مرقومہ جناب مشیر حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ (مقیم لندن) نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ماشاء اللہ ووکنگ میں اب تو ہفتہ وار جلسہ ایک مستقل رنگ اختیار کرتا جاتا ہے پچھلی انوار کو بہت اچھا مجمع ہو گیا۔ یہاں کی خلقت پر اس قسم کے مجمعوں کا بہت ہی اچھا اثر ہوتا ہے

پچھلی انوار کو جناب یوسف علی صاحب I. C. S. جناب مرزا عباس علی بیگ صاحب ممبر انڈیا کونسل معہ اپنی بیگم صاحبہ اور بچوں کے تشریف لائے۔ اور بیگم صاحبہ اپنی زرق برق پوشاک میں تھیں۔ بچے بھی خوبصورت مخملی پوشاک میں۔ سیٹھ لطیفی صاحب معہ اپنی اہل خانہ اور صاحبزادی کے تشریف لائے۔ وہ دونو ہی نفیس مشرقی پوشاک میں تھیں۔ تینوں خاتونیں انگریزی زبان نہایت شستگی اور صفائی سے بولتی تھیں۔ اور اُن کو دیکھ کر ہمارے انگریزی مسلمان بھنیں اور غیر مسلمان عورتیں دنگ رہ گئیں۔ اُن کے لئے یہ عملی ثبوت تھا۔ کہ جو بہتان عورتوں کے سلوک کا عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف مشتہر کر رکھا تھا۔ وہ غلط تھا۔ اُنکی شائستگی اور تہذیب بھی یہاں کی عورتوں کے لئے ایک قسم کا سبق تھا۔ اور سب سے بہتر سبق اسلامی مساوات اور اخوت کا تھا جبکہ عیسائیوں میں گرجوں میں بھی بڑے بڑے لوگوں کے لئے خاص خاص جگہیں مقرر ہوتی ہیں۔ یہاں اسلام میں مذہب بڑے اور چھوٹے کی تمیز نہیں کراتا۔ خدا کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ ہمارے مولوی صدرالدین صاحب اب یہاں کے مذاق اور رنگ سے واقف ہو رہے ہیں۔ اُنھوں نے وعظ میں اس اسلامی رنگ کی طرف خاص کر اشارہ بھی کر دیا۔ شام کے قریب اصفہان صاحب معہ اپنی ایرانی خاتون کے تشریف لائے۔ اس طرح مجمع کی ہمہ گیری اور بڑھ گئی۔ الیکتری صاحب مصر سے

اصفان صاحب معہ اپنی خاتون اور ایک دوست کے ایران سے عباس علی بیگ صاحب وغیرہ ہندوستان سے اپنے انگریزی بھائی اور بہنوں سے کمال محبت اور شفقت اخوت ومساوات سے ملتے تھے۔

بیگم عباس علی بیگ صاحبہ کو اسلام کا سچا درد ہے۔ اُنھوں نے تو اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ہفتوں کے لئے یہاں آویں گی۔ اور جو خدمت کر سکیں کریں گی۔

اسلام نے پہلے بھی دنیا میں بہت سی پاکیزہ اور نمایاں عورتیں پیدا کی ہیں۔ اِس وقت بھی کم سے کم ہندوستان میں تو چند عورتیں اسلامی خدمت میں مردوں تک کو سبق دے رہی ہیں۔ کون ہے جو اُس جان نثار اسلام والیہ بھوپال کی خدمت اسلام سے واقف نہیں کون ہے جو اُس سچی دل سوزی سے جو ممدوحہ کو اسلام اور مسلمانوں کے ہر کام سے ہے سبقت لیجانے کا دعوے کر سکتا ہے۔

یہاں مرزا عباس علی بیگ صاحب نہ صرف مسجد ووکنگ میں تشریف لائے بلکہ جمعہ کی نماز میں لنڈن میں بھی تشریف لایا کرتے ہیں۔ مگر اُن سے زیادہ اُن کی خاتون صاحبہ محترمہ کی دلچسپی اسلامی کاموں میں ہے۔ خدا وہ دن لاوے کہ ہندوستان کے مرد رؤسا واہل دول میں بھی اسلام کی بیغرض خدمت کا اُسی طرح ولولہ پیدا ہو جاوے۔ جیسا چند ہندوستانی خاتونوں میں ہو گیا ہے۔ یہاں کے آثار بہت ہی امید افزا ہیں۔ اگر ہندوستان سے کافی مدد ہوتی رہی تو اس کا اطمینان کافی ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالے تثلیث کا جھنڈا گر جاوے گا۔ اور خدائے واحد لاشریک کی پرستش کے سوا اور کسی کی پرستش باقی نہ رہے گی۔ اتنے ہی دنوں کی کوشش نے تثلیث کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ جس کا ثبوت وُہ خطوط ہیں جو آئے دن عیسائیوں کی طرف سے یہاں آتے رہتے ہیں +

دستخط

مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء لنڈن

مورخہ ۳۔ جون ۱۹۱۵ء

# سیاسی اور مذہبی آزادی

(جو حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم نے اپنی عیسائی رعایا کو عطاء فرمائی)

اسلام کے نبی کا دعوےٰ تھا۔ کہ وُہ اُس خدا کی طرف سے آیا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، لہذا آپ کی شفقت وہمدردی بھی خدا کی کل مخلوق کے ساتھ یکساں تھی۔ قومی اور ذاتی امتیاز آپ کی نگاہوں میں ہیچ تھا۔ آپ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے مامور تھے اور اسی لئے آپ نے خدا کی ساری مخلوق کے ساتھ یکساں شفقت فرما کر اپنے رحمت اللعالمین ہونیکا ثبوت دیا۔ جس طرح تمام عالم کا خدا اپنے فضل اور انعامات اور ضروریات زندگی کے عطا فرمانے میں خواہ وہ جسمانی ہوں یا رُوحانی۔ کسی قوم کا خاص لحاظ نہیں کرتا۔ اسی طرح اُس کے رسول کی بھی یہی شان ہونی چاہیئے تھی۔ کہ مذہبی وسیاسی معاملات میں وسیع الخیلی اور عالی حوصلگی سے کام لیتا۔ اور لوگوں کو مختص بالقوم خداؤں اور خود مختار شخصی حکمرانوں کے پنجہ سے آزادی بخشتا ان مختص بالقوم خداؤں کی غلامی سے آزاد کرنے اور ایک مشترکہ خالق مالکِ دو جہان کے آگے سر جھکا دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ تمام دُنیا ایک عالمگیر اخوت میں منسلک ہو جائے۔ مگر ایسے بلند خیال کو عمل میں لانے کے لئے محمد رسُول اللہ صلعم کا ہی دل گردہ ہونا چاہیئے تھا۔ جو کہ ایمان کی نسبت عمل کے زیادہ قائل تھے۔ آپ اس خاص اور اہم مقصد کو لے کر مبعوث ہوئے۔ اور خارق عادت استقامت سے کام کرتے رہے۔ بحیثیت نبی کے تو اُنھوں نے یہ وعظ کیا کہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰرٰی والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر و عمل صالحاً فلہ اجرہ عند ربہٖ ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۰ یعنے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی اور عیسائی اور صابی ہیں۔ جو ایمان لاتا ہے اللہ اور یوم آخر پر اور نیک عمل کرتا ہے۔ پس اُس کا اجر اُسکے رب کے حضور میں ہے اور اُن پر کوئی خوف اور حزن نہیں ہوگا۔ اس کے بعد جب آپ کل عرب کے شہنشاہ بن گئے۔ تو بھی آپ نے اپنے اُن

فیاضانہ خیالات میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی جن کا آپ نے شروع بعثت میں اظہار فرمایا تھا آپ کے قلب میں کبھی حکومت پسندی کا خیال بھی نہیں گذرا۔ آپ نے کبھی اپنی عیسائی اور یہودی رعایا کو کچل ڈالنا نہ چاہا اور نہ کبھی اُن کو غلام بنانے کی کوشش کی اور نہ کبھی اس طرف توجہ کی کہ اُن کو تلوار کے ذریعہ مسلمان بنایا جائے۔ آپ نے اُن کے اپنے حاکم بحال رکھے اور اُن کو ایک ایسا عہد نامہ لکھ کر دیا۔ اور اُس میں اس قدر مراعات اُن کے ساتھ روا رکھیں کہ اس سے بڑھ کر عالی حوصلگی اور فیاضی کی نظیر تاریخ آج تک پیش کرنے سے عاجز ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے یہ ایک ایسا عہد نامہ لکھا۔ اور اس میں اپنے شریف اور فیاض قلب کا ایسا نقشہ دکھایا کہ دُنیا کی حکمران قوموں کے لئے ایک بے نظیر مثال ہے۔ ہم اس عہد نامہ کو کل کا کل نقل کرتے ہیں۔ جو امید ہے ہمارے ناظرین کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

از جانب محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) بنام راہبان کوہ سینا و عیسائیاں بالعموم۔

اللہ سب سے اعلےٰ و برتر اور بڑی عظمتوں والا ہے۔ اُسی نے انبیاء و رسل کو بھیجا اور اُس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کی طرف ظلم منسوب کیا جائے۔ خدا کے فضلوں کے ماتحت جو بندوں پر ہوتے ہیں محمدؐ بن عبداللہ خدا کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے تمام قومی اور مذہبی لوگوں کے لئے یہ ہدایت نامہ تحریر کیا ہے جو عیسائیوں کے ساتھ ایک مضبوط و مستحکم عہد ہے۔ اور جس کا پورا کرنا ہم میں سے ہر ایک پر فرض ہے۔ خواہ وہ عیسائی امیر ہو یا غریب۔ معزز یا اور کوئی۔ اور وہ ہدایتیں اور عہد یہ ہیں :-

(۱) میری اُمت میں سے جو کوئی میرے عہد یا میری قسم کو توڑنا چاہے گا جو اس عہد نامہ میں درج ہے وہ خدا کے عہد کو توڑنے والا ٹھیرے گا۔ اور اس طرح وہ قسم کو توڑ کر خدا کے دین کا مخالف قرار پائے گا (خدا نہ کرے کوئی ایسا ہو) اور اس قابل ہوگا کہ اُس کی قطعاً عزت نہ کی جائے۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا کوئی بازاری آدمی یا جو کچھ بھی ہو۔

(۲) جب کوئی راہب اپنے سفر و سیاحت میں کسی پہاڑ یا ٹیلہ پر یا کسی گاؤں یا قابل سکونت مقام پر خواہ سمندر میں ہو یا جنگل میں یا کسی خانقاہ۔ گرجے یا عبادتگاہ میں قیام پذیر ہو تو

خود اُس کی اور اُس کے تمام مال و اسباب کی حفاظت اور اُس کی ہر قسم کی امداد مجھ پر اور میرے تمام لوگوں پر فرض ہے۔ کیونکہ وُہ میرے اپنے آدمی ہیں اور میرے لئے قابل فخر ہیں۔

(۳) میں حکم دیتا ہوں۔ کہ تمام حکّام اُن سے کسی قسم کا جزیہ یا خراج وصول نہ کریں۔ کیونکہ وُہ اِن باتوں کے لئے مجبُور نہیں کئے جا سکتے۔

(۴) اُن کے جج یا حکّام کی تبدیلی کا سوا اُن کے اور کسی کو حق نہیں اور وہ اپنی جگہوں پر بدستور بحال رہیں گے۔

(۵) جب وہ سفر کر رہے ہوں تو اُن کا کوئی مزاحم نہ ہو اور ایذا رنہ دے۔

(۶) کسی کا حق نہیں ہوگا۔ کہ اُن کے گرجے اُن سے چھینے۔

(۷) میری اُمّت میں سے جو کوئی میرے اِن معاہدوں کو توڑے گا۔ وُہ خدا کے عہد کو توڑیگا۔

(۸) اُن کے جج۔ حاکم۔ راہب۔ ملازم۔ شاگرد یا جس کسی کی روزی کے وہ کفیل ہوں اُن سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور کسی قسم کی اُن کو تکلیف نہ دی جائے۔ کیونکہ یہ سب میرے اس معاہدہ اور قسم میں شامل ہیں۔

(۹) اور اُن لوگوں سے جو امن کے ساتھ تنہائی میں پہاڑوں پر بستے ہیں مسلمان اُن سے نہ تو جزیہ لے سکتے ہیں اور نہ اُن کی آمدنی میں سے عشر لے سکتے ہیں اور کوئی مسلمان اُن کے مال میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا۔ کیونکہ وُہ صرف اپنے گذارہ کے لئے محنت کرتے ہیں۔

(۱۰) بلکہ جب فصل عمدہ اور کثرت سے ہو تو باشندگان کے لئے ضروری ہے کہ من کے پیچھے ایک خاص مقدار اُن لوگوں کو بھی دیں۔

(۱۱) دوران جنگ میں اُن کو اپنے خلوت کے مقاموں سے نکالا نہیں جا سکتا اور نہ جنگ میں شامل ہونے کے لئے یہ مجبُور کئے جا سکتے ہیں اور نہ اُن سے کوئی جزیہ لیا جا سکتا ہے۔

(۱۲) وہ عیسائی لوگ جو شہری باشندے ہیں اور دولت و تجارت سے اِس قدر بہرہ وافر رکھتے ہیں کہ جزیہ ادا کر سکتے ہیں اُن سے جزیہ صرف اِس قدر لیا جائیگا جو معقول او وانصاف پر مبنی ہو۔

(۱۳) سواء اِس رقم کے خدا کے صریح کلام کے مُطابق وہ اور کچھ ادا نہیں کریں گے۔

(۱۴) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مُسلمان سے شادی کرے گی تو وُہ مسلمان اپنی بی بی کی مرضی

کے خلاف اُس کو گرجے جانے اور اپنی مذہبی عبادتوں اور ارکان کے ادا کرنے سے روک نہیں سکتا۔
(۱۵) کوئی شخص ان کو گرجوں کی مرمت سے روک نہیں سکتا۔ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجوں یا خانقاہوں کی مرمت یا اور کسی مذہبی معاملہ میں مدد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ وُہ اُن کی مدد کریں۔
(۱۶) جو کوئی میرے اِس عطیہ کے خلاف کرتا ہے یا اُس کے خلاف کسی بات پر اصرار کرتا ہے۔ وہ خدا اور رسُول سے مرتد ہو چکا۔ کیونکہ یہ عطیہ میرے اس عہد کے مُطابق ہے۔
(۱۷) کوئی شخص ان کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھا سکتا۔ بلکہ برخلاف اِس کے مُسلمانوں کو چاہئے کہ ان کی خاطر جنگ کریں۔ اگر مسلمانوں کی باہر کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ ہو تو اُن عیسائیوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ماتحت ہیں اُن کے مذہب کی وجہ سے اُن سے حقارت و ذلت کا سلوک نہ کیا جائے۔
(۱۸) اور میں وصیت کرتا ہوں کہ میری امت میں سے کوئی شخص قیامت تک اِس معاہدہ کے خلاف نہ کرے اور نہ کرنے کی کوشش کرے اور جو کوئی مسلمان اس کے خلاف کریگا۔ تو وُہ خدا اور رسُول کا مخالف ٹھیرے گا۔" (انتھی کلامہ)

جو کچھ حقوق عیسائی رعایا کو اِس عہد نامے کے ذریعہ دیئے گئے ہیں وُہ اِس بات کی کافی تردید ہے۔ کہ اسلام نے اشاعت مذہب میں جبر سے کام لیا۔ اِس شاہی فرمان کے مُطالعہ سے صاف پتہ لگتا ہے کہ غیر مسلموں کے حقوق کی پُوری نگہداشت ہُوا کرتی تھی اور یہ کہ اُن کی ضمیر کو کامل آزادی دیگئی تھی۔ اور اُن کی سیاسی حالت اہل اسلام کے ساتھ ساتھ مشترکہ طور پر برابر ترقی کرتی تھی۔ کوئی دورخی چالیں عیسائیوں کے حقوق کو نقصان پُہنچانے کے لئے اختیار نہ کیگئی تھیں۔ ان کے حکام کو قطعاً معزول نہ کیا گیا تھا۔ اور ان کے بشپ اُسی طرح قائم اور بحال تھے بلکہ اُن لوگوں کو سزائیں ملا کرتی تھیں جو ان کے مذہبی معاملات میں کچھ بھی دخل دیتے تھے۔ اور یہ تمام مُسلمانوں پر فرض کر دیا گیا تھا۔ کہ عیسائی گرجوں کی مرمت میں امداد کیا کریں۔ محمد رسول اللہ صلعم کے اِس عہد نامہ سے آج مہذب قوموں کو سبق لینا چاہیئے۔ یہ کہ کس طرح پر عرب کے ایک اُمی نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر مساوات کے اصول کو دُنیا میں قائم کیا۔ اور کالے

گورے - ایشیائی - یورپی - افریقی - عیسائی - مُسلمان کو مُلکی لحاظ سے یکساں حقوق دئے۔

عمل کر کے دکھانا سب سے مشکل ہے اور اِس سے بڑھ کر امتحان اور کوئی سخت نہیں۔ مُنہ سے کہنا آسان ہے اور کر کے دکھانا بہت مشکل ہے۔ بہت سے واعظوں کا جب عمل کی باری آتی ہے۔ پول کھل جاتا ہے۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب عمل کی محک پر کسا جاتا ہے۔ تو اپنی شان میں بے نظیر و لاثانی نظر آتا ہے۔ آپ نے اِسلام کی یہ تعریف کہ اسلام تعظیم لامر اللہ و شفقت علی خلق اللہ کو کہتے ہیں۔ صرف زبان سے ہی نہیں کی۔ بلکہ عملی طور پر کر کے دکھایا جہاں خدا کی یاد اور حضوری کو ہر آن میں مد نظر رکھا اور اُس کے ہر ایک حکم کی کامل طور پر فرمانبرداری کر کے دکھائی۔ وہاں اُس کی مخلوق کے ساتھ بیّن شفقت اور ہمدردی کو اعلیٰ پیمانہ پر کر کے بتلایا۔ اور اس میں مذہب۔ رنگ قومیت یا ذات کی پاسداری کے گندہ خیال کو کبھی پاس تک نہ پھٹکنے دیا۔ یہی تو وجہ ہے جو قرآن کریم باواز بلند دُنیا کو اعلان کرتا ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ" بے شک تمہارے لئے خدا کے رسول میں اعلےٰ سے اعلےٰ اور بہتر سے بہتر نمونہ ہے +

# پادری صاحبان کیلئے حل طلب معمّے

## نمبر (۲)

## عشائے ربّانی۔

(از بشیر)

(متی کی انجیل باب ۲۶ ورس ۲۶ تا ۲۸) میں لکھا ہے کہ۔

(۲۶) اُن کے کھاتے وقت یسوع نے روٹی لی اور برکت مانگی اور توڑی۔ پھر شاگردوں کو دیکھ کر کہا۔ لو۔ کھاؤ۔ یہ میرا بدن ہے۔ (۲۷) پھر پیالہ لے کر شکر کیا۔ اور انھیں دیکر کہا تم سب اِس میں سے پیؤ۔ (۲۸) کیونکہ یہ میرا لہو ہے۔ یعنے نئے عہد نامہ کا لہو۔ جو بہتوں کے گناہوں کی

معافی کے لئے بہایا جاتا ہے۔

ان واقعات کی یادگار ہیں جن کا ذکر آیات مذکورہ بالا میں ہے۔ تمام عیسائی عشاء ربانی کی رسم مناتے ہیں۔ رومن کیتھولک مسلہ قلب ماہیت کی رُو سے اِس امر پر یقین کیا جاتا ہے۔ کہ روٹی اور شراب کی تقدیس کرتے ہی اُن کی ماہیت بدل جاتی ہے۔ اور وُہ یسوُع مسیح کا جسم اور خون بنجاتی ہیں۔ خواہ اُن کی ظاہری صورت روٹی اور شراب ہی کی رہے۔ لیکن ایک پراٹسٹنٹ فرقہ کا عیسائی تواسے ایک نکمی بدعت یا وہم کہتا ہے۔ لیکن کیا الوہیت مسیح کا مسئلہ بھی ایسا ہی وہم یا بدعت نہیں۔

یسوُع مسیح کو خدا خاص کر اِس لئے مانا جاتا ہے۔ کہ وُہ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے لیکن ان آیات میں وہ روٹی کو تو اپنا جسم اور شراب کو اپنا خون بتلاتا ہے۔ پس اگر رومن کیتھولک صاحبان اِس کے لفظی معنے نہیں لیتے اور اِس قسم کے معنے لینے ان کے نزدیک ایک غلطی ہے تو پھر کیا خدا کا بیٹا کے معنے کرنے میں عسائیت کی بنیاد بھی اِسی قسم کی غلطی پر نہیں رکھی گئی۔ اِس کی وجہ بتلائی جانی چاہیئے۔ کہ کیوں ایک قسم کی توجیہہ کو تو رد کیا جاتا ہے۔ اور دُوسری کو بڑی وثوق کے ساتھ اپنے ایمان کی بنیاد بتلایا جاتا ہے۔ اگر روٹی خدا کا جسم اور شراب اُس کا خون نہیں بن سکتی افسوس سے کہا جا سکتا ہے۔ خدا انسان نہیں ہو سکتا اور انسان خدا نہیں بن سکتا۔

## "یسوع مسیح گناہگاروں کے لئے مرا" کی تشریح

مسٹر بشیر نے مضمون بالا میں ٹھیک پتہ کی کہی ہے۔ یسوُع مسیح کے اصل کام کا اندازہ کرنے میں اسی قسم کی عبارتیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ بہت لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی ہیں۔ استعارہ کو اصلیت کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اور حیلے کو فخر سمجھا گیا ہے۔ مغربی دنیا کے رہنے والے کا میلان تو بلاشک وشبہ مادہ کی طرف ہے۔ اور جو چیز حواس خمسہ سے دریافت نہیں ہو سکتی اُسکے متعلق تحقیق کرنے کی انھیں پرواہ نہیں۔ وُہ ہر ایک چیز کو اُس کی ظاہری صورت دیکھ کر رد یا قبول کرتا ہے یعنے ہر لفظ کے وُہ ظاہری معنے لیتا ہے۔ اس کے نزدیک یسوع مسیح اُس وقت تک خدا ہے جب تک کہ وُہ اُن الفاظ کے ظاہری معنوں پر ایمان رکھتا ہے جو یسوُع نے اپنی نسبت کہے

لیکن عقل کے اس اعتقاد کی سادگی پر حملہ کرنے کے ساتھ ہی وہ حلم کے سکھلانیوالا ایک استاد اپنے پہلے پرستار کی نظروں میں ایک خودبین دکھلائی دیتا ہے۔ لیکن یسوع مسیح بڑی آسانی کے ساتھ معقول پسند لوگوں میں سے ہی اپنا پیرو بنا لیتا۔ اگر اس کے الفاظ کے وہی معنے کئے جاتے جو اس نے بولتے وقت لئے۔ اس کی مقدس کلام کے معنے کرنے میں مغربی دُنیا کا رہنے والا یسوع کے اصل مدعا کو دل میں نہیں رکھتا۔ مسیح تو مشرق ہی کی طرف سے آیا اور مشرقی طریق پر ہی اُس نے گفتگو کی۔ ایک مشرقی اپنے کلام کو پُرزور کرنے کے لئے استعاروں ہی میں خیال کرتا ہے۔ اور تشبیہوں میں بولتا ہے۔ یسوع نے تمثیلات میں گفتگو کی اور اس امر کو بہت ناپسند کیا۔ کہ اس کے الفاظ کے ظاہری معنے لئے جاویں۔ موجودہ زمانہ کا ایک عیسائی ماہر الٰہیات مقدس ماہی گیروں کی اس مایوس کن نافہمی پر تاسف کر سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے اُنھوں نے اپنے آقا کے اصلی مطلب کو نہیں سمجھا۔ وہ اُنھیں بُرے نام سے یاد کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ خداوند یسوع کے داہنے ہاتھ داؤد کے تخت پر بیٹھنے کے آرزومند ہیں۔ لیکن ایک عیسائی پادری بھی اسی قسم کی غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگر وہ الوہیت مسیح کی بنیاد اس کے چند ایک ایسے بکھرے ہوئے اقوال پر رکھتا ہے۔ جن کے معنے اور بھی ہو سکتے ہیں۔ اِن آیات سے جو مسٹر بشیر نے اپنی تحریر کے شروع میں دی ہیں۔ اس امر کی تشریح بخوبی ہوتی ہے۔ اگر لارڈ پیپر (Lord Sepper) یسوع کی ان تعلیمات جدیدہ کا طالب ہے۔ جو وہ گمراہ دُنیا کے لئے لایا۔ اور جس کی بنیاد رکھنے کے لئے اُس کا خون بہایا گیا۔ تو اُسنے صرف سچائی کا اظہار کیا۔ اُس نے کہا کہ یہ میرا لہو ہے۔ یعنے عہد نامہ جدید کا لہو جو کہ بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لئے بہایا گیا ہے۔ کیونکہ یسوع ایک پست شدہ قوم کو سدھارنے کے لئے آیا جسے کہ موسےؑ نے ایک دفعہ بچایا تھا۔ داؤد کی اولاد میں ایک منجی پیدا کیا گیا جسطرح کہ اور خدا کے بیٹے پیدا کئے گئے۔ تاکہ وہ انسان کو اس گناہ سے پاک و صاف کرے۔ جس میں کہ وہ پڑ گیا تھا۔ یہ تعلیم جدیدہ شریر النفس لوگوں کے نزدیک قابل نفرت اور کافروں کے لئے مرغوبہ تھی یسوع نے ربیوں کی قلعی کھولی۔ اور فریسیوں کی ریاکاری دکھلادی۔ اور اس طرح سے یہودی اسکے دشمن ہو گئے۔ اور عام طور پر اسے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اور وہ اسکی موت کی تجویز

سوچنے لگے۔ اور صرف یہی ایک بات تھی جس کی وجہ سے وُہ صلیب پر چڑھایا گیا۔ کیا اس کی قوت یا صحت اسی قسم کی نہیں۔ جس قسم کی دیگر سچائی کے لئے شہید ہونے والوں کی اُس نے وہ تعلیم دی جس کے ذریعہ گنہگار لوگوں کا میل خدا سے ہو سکتا ہے۔ اس نے کوشش کی کہ اُسکے اِرد گِرد دُنیا سے ریا اور ظلم کی بیخ کنی ہو جائے اور لوگوں کو وہ احکامات سکھلائے جن کے سواء اُس کے اعتقاد کے مطابق خدا کی بادشاہت میں بڑا بننے کے لئے کوئی اور راہ نہ تھی اپنے پیروؤں کو اس قسم کا بنانا اس کا خاص مُدعا تھا۔ اور اس نے اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف کر دی۔ اپنے خون سے اس نے راستی اور پاکیزگی کے اصول قائم کئے۔ اس لئے وہ گنہگاروں کی خاطر مرا اور ان لوگوں کے گناہوں کی معافی اس کے خون کے ذریعہ ہوئی جنہوں نے اس کی تعلیم پر عمل کیا۔

ہمیں تعجب آتا ہے یہ دیکھ کر کہ نہایت سادہ اور صاف الفاظ کو نہایت معمے و پیچیدہ بنانے میں اپنی محنت و کوشش کو ضائع کیا جاتا ہے۔ یسوعؑ تو ہمارے روزمرہ کے محاورات میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ اور ہم بھی اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ہم سچائی پر کسی شہید ہونے والے کا ذکر کرتے ہیں۔ کسی جگہ بھی اصلاح نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اصلاح کنندہ تکلیف نہ اُٹھاویں۔ اکثر حالات میں دیکھا گیا ہے۔ کہ بواہ کو کرنے کے لئے انسانی خون کی ضرورت پڑی۔ گناہ سے نجات اور اُس کے مُدعیان کی شہادت لازم و ملزوم ہے۔ ان لوگوں کی جو وقتاً فوقتاً اپنی نئی قوم کی اصلاح کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ مخالفت ہوتی رہی ہے۔ اور وُہ ظلم کی حد تک پہنچی ہے۔ حتیٰ کہ وُہ مارے بھی گئے ہیں۔ وُہ اپنی کوششوں میں مرے۔ لیکن وُہ اپنے پیچھے ایک نیا دَور چھوڑ گئے۔ جس کا انجام آخر ش آنے والی نسل کی نجات ہوئی۔ فقط ان اصولوں پر عمل کرنے میں نجات حاصل ہوتی ہے جو کہ سکھلائے جاتے ہیں۔ اور جنھیں اُستاد یا مصلح اپنی زندگی کھو کر قائم کرتے ہیں۔ نہ کہ ان کی موت اور تکالیف سے۔

اسی طرح انسان ہر زمانہ میں گناہوں سے نجات دلایا گیا۔ اور یہ نجات خدا کے مختلف نبیوں یعنے پیغمبروں کی تکالیف کی وجہ سے ملی۔ جن میں سے مسیح بھی ایک تھا لیکن اس

صاف صریح بات کو ایک ناقابل تشریح معمہ بنا لینا اور اسے مسئلہ کفارہ کا ایک ستون قرار دینا نہ صرف ایک غیر حقیقی امر ہے۔ بلکہ گناہ کرنے کے لئے ایک قسم کا انعام یا صلہ ہے۔ اس بات کے ثبوت کرنے کے لئے ہمیں زیادہ تر زور دینے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے اس نتیجہ کی تائید پادریوں کے جرموں کی مقابلتاً روز افزوں ترقی سے ہوتی ہے +

پولوس رسول جس کی ذہانت کی وجہ سے مسئلہ زیر بحث وجود میں آیا۔ اس نقصان سے بے خبر نہ تھا جو اس نئے اصول سے پیدا ہونے والا تھا۔ جبکہ اس نے اپنی چٹھی بنام رومیوں کا چھٹا باب لکھا تو اس نے اس سے بچنے کی کوشش کی۔ اس کے لئے علم الٰہیات کا لازمی نتیجہ یہ مسئلہ تھا۔ کہ گناہ کرو تاکہ فضل زیادہ ہو۔ لیکن یہ مسئلہ حل طلب رہا اسنے کچھ تو منطق سے کام لے کر اور کچھ اپنی رسولی حیثیت سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہا۔ لیکن اس کی ذات کو بھی اس کی وجہ سے اطمینان نہیں ہوا۔ اور اس لئے آخر میں مایوس ہو کر اس پر توجہ دینا چھوڑ دیا +

# احادیث نبوی کا اقتباس

جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بہت سی چیدہ احادیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو انگریزی میں ترجمہ کر کے ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب کی شکل میں ووکنگ مشن کیطرف سے شائع کیا ہے۔ جو ۲ر آنے قیمت پر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہیں۔ ناظرین کرام سے امید ہے۔ کہ اسے بہت زیادہ تعداد میں خرید کر کے مفت تقسیم کریں گے + والسلام

المشتہر

منیجر اشاعت اسلام "عزیز منزل"۔ احمدیہ بلڈنگس لنڈا لاہور

# ڈاکٹر منگانا کے اوراق قرآنی پر ایک نظر

## از قدوائی

ڈاکٹر منگانا نے جو چند اوراق قرآنی کی عبارتوں کو پیش کیا ہے۔ انھیں بوجوہ ذیل کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی +

اوّل۔ اُن اوراق کے لکھے جانے کا زمانہ جو درحقیقت اُن کی قدر و قیمت کا فیصلہ کرنے میں سب سے اہم سوال ہے۔ بلا فیصلہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور چونکہ کوئی عکس سارے اوراق کا نہیں دیا گیا۔ کوئی دُوسرا شخص بطور خود مُعائنہ کر کے اِن اوراق کی اصل تاریخ کا کوئی پتہ نہیں لگا سکتا۔ اور نہ یہ کوئی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اُن کے حضرت عثمانؓ سے پہلے کے ہونے کا بقول ڈاکٹر منگانا " امکان " بھی ہے یا نہیں +

دوئم۔ اندرونی شہادت جو ڈاکٹر منگانا کی اپنی تحریر سے اور ان تین اوراق کے فوٹو سے جو ڈاکٹر منگانا نے اپنی کتاب میں دیا ہے۔ پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اوراق حضرت عثمان سے پہلے کے نہیں ہیں +

(الف) اعراب جو حضرت عثمانؓ کے وقت سے پیچھے لگائے گئے ہیں۔ وہ اُن میں موجود پائے جاتے ہیں +

(ب) طرز تحریر اور رسم الخط حضرت عثمانؓ سے پہلے کے نہیں ہیں اور طرز تحریر کو مدنظر رکھ کر ان اوراق کی تحریر آٹھویں صدی مسیحی سے پہلے کی نہیں ہو سکتی +

(ج) کوفی نسخی خط جس میں ڈاکٹر منگانا کے قول کے بموجب ان اوراق کا ایک حصّہ لکھا ہؤا ہے۔ حضرت عثمانؓ سے پیچھے مروّج ہؤا +

سوئم۔ جو وجوہات ڈاکٹر لیوس نے اُن کو حضرت عثمانؓ سے پہلے کا یقین کرنے کے لئے دی ہیں وُہ جہالت پر مبنی ہیں +

قرآن کریم کے ارشادات میں سے ایک ارشاد ہے لا یمسہ الا المطھرون۔ یعنی سوائے اس کے کہ انسان حالت طہارت میں ہو۔ اسے چھوئے نہیں۔ پس کوئی مسلمان کسی کافر کے ہاتھ ان اوراق کو فروخت نہیں کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر لیوس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ قرآن کریم کا لکھنا ایک مقدس کام سمجھا جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے عظیم الشان مسلمان بادشاہوں تک جیسے کہ عبدالملک اور اورنگ زیب قرآن کریم کی کتابت کو ایک مقدس کام سمجھ کر اس طرح اختیار کرتے تھے۔ جیسے ایک پیشہ ور کسی کام کو کرتا ہے چنانچہ ڈاکٹر لیوس کی ناواقفیت کا پتہ اس کے اس فقرہ سے لگتا ہے کہ "ہم خیال میں بھی نہیں لا سکتے۔ کہ کسی شخص نے ایک ایسا بے فائدہ کام حضرت عثمانؓ کے وقت کے بعد کیا ہو کہ وہ ہمارے ان اوراق جیسے مسودہ کو لکھتا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مقدس مقامات میں یعنی مکہ و مدینہ میں کوئی کافر باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے یہ لغو قیاس۔ کہ حضرت عثمانؓ کے وقت کسی مسلمان نے ان اوراق کو کسی عیسائی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہوگا۔ خود ہی اپنی بیہودگی پر شاہد ہے۔

**چہارم**۔ یہ اوراق مشتبہ ہاتھوں سے خریدے گئے ہیں۔ اور اس لئے اُن کی قانونی قیمت کچھ بھی نہیں۔ قدامت کے لحاظ سے بھی بہت بڑا امکان ہے۔ کہ یہ محض ایک جعل ہو۔

**پنجم**۔ اندرونی شہادت جو قرآن کریم کے الفاظ کو مٹانے اور اُس کے اوپر بعض مسیحی پند و نصائح کے لکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اِس بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ اوراق سخت متعصب غیر مسلم ہاتھوں میں تھے۔ اور اس لئے اگر اُن کے ناقابل وقعت ہونیکا اور کوئی ثبوت نہ بھی ہو تو صرف یہ امر ہی اس کی اصلیت کی ساری قدر و قیمت کو کالعدم کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ یہ اوراق سخت متعصب مسیحی ہاتھوں میں رہے۔ اور کتنا بھی ان اوراق کی قدر و قیمت کو بڑھا چڑھا کر اور مبالغہ کر کر کے پیش کیا جائے کیا یہ چند منتشر اوراق کسی عقلمند کے نزدیک قرآن کریم کی مسلم تیرہ ۱۳۰۰ سو سال کی صحت اور صداقت پر حملہ کرنیکے لئے آلہ بنائے جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اس سے بڑھ کر لغو دعاوی کوئی نہیں ہو سکتا ایک طرف قرآن جیسی محفوظ کتاب جس کے لئے جو ممکن کوشش انسانی قدرت کے حیطہ میں ہے

کی گئی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اور آپ کے بعد بھی۔ جس پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا۔ کہ اس ایک سے لے کر جس پر یہ کتاب نازل ہوئی۔ لاکھوں انسانوں تک اس کی حفاظت میں پوری کوشش صرف نہ کرتے رہے ہوں۔ اور دوسری طرف چند منتشر اوراق جن کے نہ لکھنے والے کا پتہ نہ اُن کی حفاظت کا کوئی ثبوت۔ بلکہ متعصب عیسائی ہاتھوں میں پڑ کر جن کی رہی سہی وقعت بھی کھوئی جا چکی ہے بھلا ان دونوں کا مقابلہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اور سوائے اس کے کہ تعصب سے انسان اندھا ہو جائے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مؤخر الذکر کو اوّل پر کوئی شخص ترجیح دے۔

**ششم**۔ ان اوراق کے لکھنے والے کے نہ نام کا پتہ ہے نہ زمانہ کا نہ اُس کی حیثیت کا اور اندرونی شہادت صاف بتاتی ہے۔ کہ اگر وُہ کوئی مُسلمان بھی تھا۔ تو فن تحریر میں بالکل نوآموز تھا۔ اور بہت سی کتابت کی غلطیاں اس نے کی ہیں۔ غالباً کسی شخص نے اپنے حافظہ سے چند اوراق حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے بہت بعد لکھے ہونگے۔ مگر وُہ اسقدر پڑھا ہُوا یقیناً نہ تھا۔ کہ کتابت کی غلطیوں سے بچ جاتا۔ چنانچہ تتلوا واحد اور جمع جو پڑھنے میں ایک ہی طرح پڑھا جاتا ہے۔ مگر لکھنے میں دونوں صورتوں میں فرق ہے۔ ان اوراق کے لکھنے والے کو اس فرق کا علم بھی نہ تھا۔

**ھفتم**۔ ڈاکٹر منگانا جن کو اختلافات کہتا ہے۔ ان سب کے سب کی آسانی سے تشریح کی جا سکتی ہے کہ یا تو وہ تحریر کی غلطیاں ہیں یا پڑھنے میں اشتباہ واقع ہو گیا ہے یعنی یا لکھنے والے کو بعض موقع پر خود صحیح لفظ لکھنا نہیں آیا۔ اور اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور یا چمڑے پر سے تحریر قرآن کریم کو مٹانے کی کوشش میں بعض حروف یا الفاظ کی شکلیں بگڑ گئی ہیں۔ یا جو اُس کے اُوپر تحریر لکھی گئی ہے۔ اُس نے کچھ اشتباہ پیدا کر دیا ہے۔

**ھشتم**۔ اِن اوراق میں ایک حرف یا لفظ بھی ایسا نہیں جس کو ڈاکٹر منگانا کی "تیز اور نوعمری کی بصارت" نے اختلاف قرار دیا ہو۔ اور اُس کی کوئی توجیہہ بھی نہ ہو سکے پھر موجودہ قرآن کے معانی میں کوئی قابل توجہ تغیر پیدا کرتا ہو۔ نہ ہی یہ اختلافات ان امور میں سے کسی امر کے متعلق ہیں۔ جن میں اوامر و نواہی ہیں یا جن پر دین کی بُنیاد ہے

یا جو قرآن کی تاریخ یا اُس کے قوانین یا مُسلمانوں کے طرزِ عمل میں کوئی تغیّر پیدا کر سکتے ہوں یا جن میں قرآن کریم کے مقاصد میں سے کوئی مقصد زیر بحث ہو۔

نہم۔ ڈاکٹر لیوس نے یقیناً ان اوراق کے پڑھنے کے لئے غلط آدمی کا انتخاب کیا۔ ڈاکٹر منگانا پُر جوش عیسائی تو ضرور ہیں۔ نہ صرف اُن کی بصارت میں ہی تیزی ہوگی۔ بلکہ وُہ سر سے پاؤں تک تیز معلوم ہوتے ہیں۔ عربی اُن کی مادری زبان ہو تو ہو۔ اور عام بول چال کے شامی زبان میں وُہ ماہر بھی ہونگے۔ وُہ ایک چالاک اور طباع مصنّف بھی ضرور ہو سکتے ہیں۔ مگر اُن کی تحریر صاف بتاتی ہے کہ وُہ اسلامی تاریخ اور روایات سے محض ناآشنا ہیں اور وُہ کھلی کھلی تشریحات کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور وُہ اعلےٰ درجہ کی علمی اور ادبی زبان سے ناواقف ہیں۔ اور زباندانی اور طرزِ تحریر کی واقفیت اُن کی فضیلت میں بہت کمزور باتیں ہیں۔

دھم۔ جو دیباچہ ڈاکٹر منگانا نے لکھا ہے وُہ اِس بات پر کھلی کھلی شہادت ہے کہ ڈاکٹر منگانا اگر اس راہب سے جس نے چمڑے پر سے قرآنی تحریر کو مٹا کر اُس پر عیسائی پند و نصائح لکھیں۔ بڑھ کر متعصّب نہیں تو کم بھی نہیں۔ ڈاکٹر منگانا نے یہ دیباچہ لکھ کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ علمی تحقیقات کے ایک کام کے لئے جو ٹھنڈا دل اور منصفانہ رائے چاہتا ہے۔ موزون آدمی نہ تھا۔ کیونکہ اس کی ساری تحریر سخت ترین تعصب میں رنگین ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اُنھوں نے قرآنی اوراق کو تعصّب کی رنگ دار عینک لگا کر پڑھنا شرُوع کیا۔ اور جہاں کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہاں بھی اُن کو اختلاف نظر آیا۔ اُنھوں نے مشکوک الفاظ کے پڑھنے میں صرف آنکھوں سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اپنے واہمہ کو آنکھوں پر بھی ترجیح دی ہے۔

# خطاب بہ قوم

از

## خواجہ کمال الدین

اے قومِ من بیا کہ زمین آسماں کنیم
از نورِ وحیٔ پاک منوّر جہاں کنیم

خیزید اے یلاں کہ نہ ایں وقت خفتن است
چوں اہل عزم ہمت خود را جواں کنیم

غفلت ہلاکت است کہ ایں وقت کار شد
تا کے بہ قیل و قال چنین و چناں کنیم

مردانہ وار در صفِ میداں قدم زنید
ایں جبن و کسل و بیم سپرد زناں کنیم

تثلیث را بہ تیغ براہیں فناء کنیم
از **نورِ دین** بسینۂ شیطاں سناں کنیم

موسیٰ صفت بہ قوتِ ایماں عصا زنیم
از سنگِ کفر چشمۂ صافی رواں کنیم

گوسالہ را کہ سامری تہذیب نام داشت
ایں را کشیم و اصل حقیقت عیاں کنیم

از آب چشم و آہ سحرگاہ چوں خلیل
ایں آتشِ فرنگ بہ شکل جناں کنیم

# اشتہار

## تصنیفات حضرت خواجہ صاحب

مسلم پریئیر۔ مصنفہ خواجہ صاحب انگریزی۔ قیمت صرف ۔۴؍

ولیسٹرن اویکننگ ٹو اسلام۔ مصنفہ لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی۔ قیمت صرف بارہ آنے ......... ۱۲؍

صحیفہ آصفیہ۔ تبلیغ بنام حضور نظام حیدر آباد دکن قیمت صرف ۔۲؍

بنگال کی دلجوئی۔ انگریزی۔ اردو ہردو ایک ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت ارسال خدمت ہوگا ✢

مسلم ایٹیچیوڈ ٹورڈز گورنمنٹ انگریزی ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت ؍

کرشن اوتار۔ محصول ڈاک آنے پر...... مفت ؍

پیغام صلح۔ محصول ڈاک آنے پر....... مفت ؍

مسلم مشنری کے ولائتی لیکچروں کا سلسلہ انگریزی۔ اردو۔ ہردو ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال خدمت ہوگا ✢

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا انگریزی سنہ ۱۹۱۳ء ۵؍ سنہ ۱۹۱۴ء ۷؍

ملنے کا پتہ

منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور

# براہین نیّرہ

حصّہ اوّل المعروف بہ

## قرآن ایک خاتم ناطق اور عالمگیر الہام

مصنّفہ خواجہ کمال الدین صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو لنڈن

زیر طبع قیمت (عہ) خریداران اشاعت اسلام سی ۱۲

یہ کتاب علی الخصوص مغربی تعلیم و تہذیب سے مستفیض اصحاب کی خاطر لکھی گئی ہے۔ اور ان مطالبات عقلیہ کے پورا کرنیکا اسمیں کافی مواد جمع کیا گیا ہے کہ جنکے سواء تعلیم یافتہ اصحاب کسی تعلیم مذہبی کو بطور صداقت ماننے کے لئے طیار نہیں ہوتے یہ کتاب انشاء اللہ ان احساسات مذہبی کو مضبوط کرکے کامل ایمانیات میں بدل دیگی۔ جو اس وقت مسلم تعلیمیافتہ اصحاب میں پیدا ہو رہے ہیں۔ یوں تو کل اہل مذاہب اپنی اپنی کتاب کو عالمگیر الہام قرار دیکر دوسری کتب کو مجموعہ اباطیل ظاہر کرتے ہیں لیکن مصنف براہین نیرہ نے کل کتب مقدسہ کو اپنے اپنے وقت کی الہامی کتاب تسلیم کرکے ان سب کے مقابل قرآن کو ایک ناطق اور عالمگیر ثابت کیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب یہاں کیلئے لکھی گئی ہے اسلئے تشریحاً وید مقدس کو مصنّف نے علی العموم سامنے رکھا ہے۔ اس کتاب میں معتقدات ایمانیات یا منقولات کو دلیل نہیں بنایا گیا۔ بلکہ ہر ایک امر کو دلائل عقلیہ سے جو قرآن سے لیگئی ہیں مبرہن کیا گیا ہے مثلاً جن تعلیمات اور صداقتوں کو دیگر کتب نے بطور دعویٰ یا حکم منوانا چاہا۔ قرآن کا انکے ثبوت میں دلائل عقلیہ پیش کرنا دکھلایا گیا ہے۔ اس کتاب میں یہ ایک خاص بات زیر بحث لائی گئی ہے کہ مذہب یا الہام کی اصلی غرض از روئے تعلیم صرف تہذیب و تمدن انسانی ہے اور ایک عالمگیر الہام کے لئے ضروری ہے۔ کہ اُس کی تعلیمات مختلف طبقات انسانی کے مختلف مدارج تہذیب کے موزون حال ہو۔ اس امر کا لحاظ قرآن کریم کے سوا کسی اور کتاب نے نہیں کیا۔ خود تہذیب و تمدن انکی حقیقت و ماہیت ان کے بنیادی اصُول ان کے حصُول کے ذرائع اور قوانین پر ایک محقق اور حکیمانہ بحث کی گئی ہے۔ اور دکھلایا گیا ہے کہ موجودہ تہذیب و تمدن کے قواعد کس طرح اور کہاں تک قرآنی تعلیم کے زیر اثر ہیں۔ الغرض اس کتاب کی خوبی فہرست مضامین سے معلوم ہو سکتی ہے جو اگست کے رسالہ اشاعت اسلام میں دیجاویگی

اس کتاب سے کوئی مسلم گھر خالی نہیں ہونا چاہیئے +

المشتہر

منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل احمد بیلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور